دار الشعور www.darulshaour.com

عظیم محدثینِ کرام

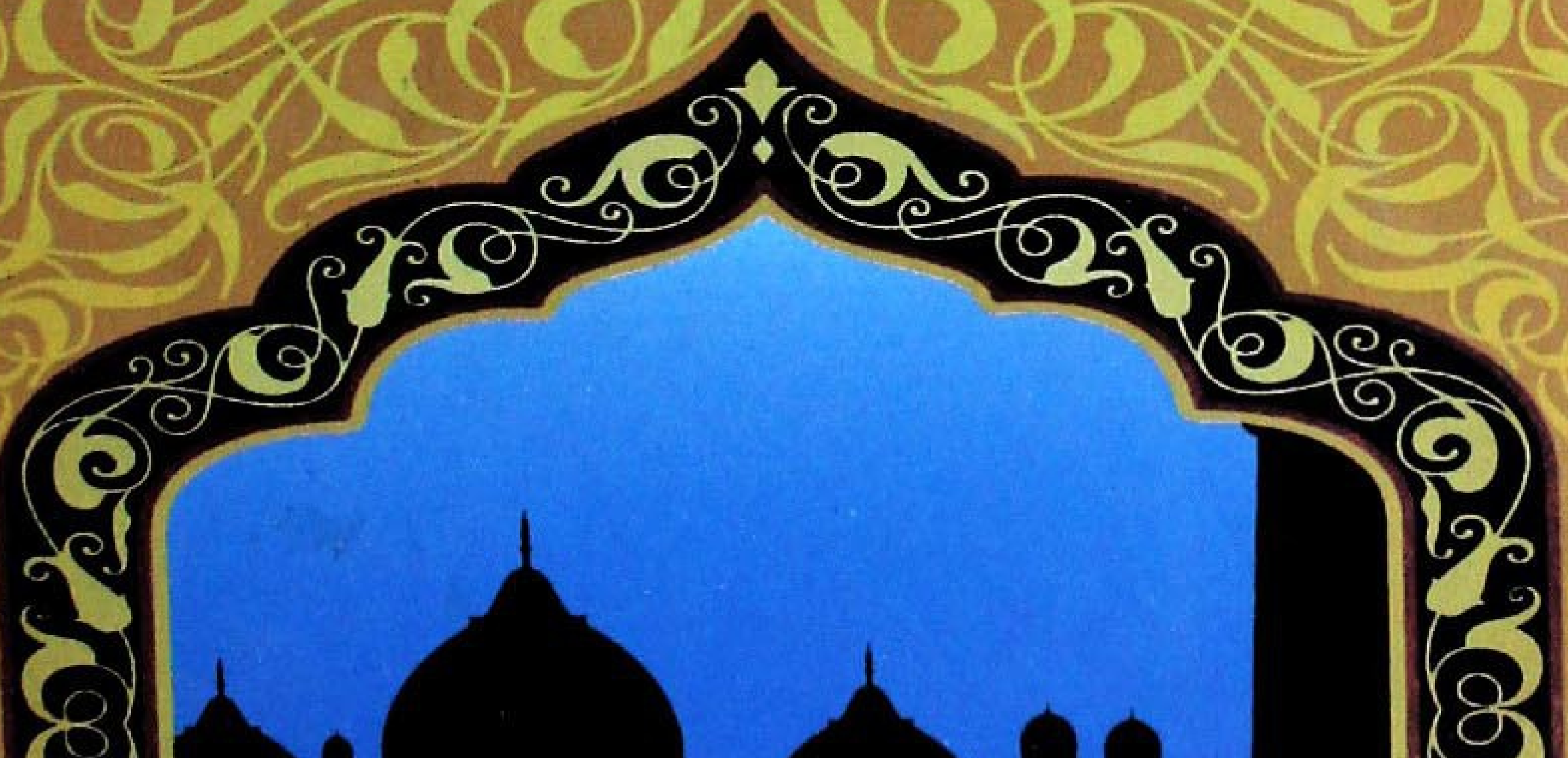

محمد رفیق بلند شہری

دار الشعور

Marfat.com

Marfat.com

عظیم محدثین کرام

(مشہور محدثین کے حالات زندگی)

تصنیف

مولانا محمد رفیق بلند شہری

دار الشعور
37۔مزنگ روڈ، لاہور، پاکستان
Email:Info@darulshaour.com
www.darulshaour.com

Marfat.com

297.9924
م 51 ر
144705

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جملہ حقوق محفوظ ہیں

☆ نام کتاب : مشہور مُحدثین کرام
☆ مصنف : مولانا محمد رفیق بلند شہری
☆ اشاعت : 2015ء
☆ مطبع : طیب شمشاد پرنٹرز، لاہور
☆ قیمت : -/390 روپے
☆ برائے :
دارالشعور 37 مزنگ روڈ، بک سٹریٹ، لاہور

اہتمام
محمد عباس شاد

042 37239138, 03009426395
Email:info@darulshaour.com
Www.darulshaour.com
Facebook.com\darulshaour

Marfat.com

فہرست

◆.... صحیح بخاری شریف کے مصنف امام عبداللہ بن اسمٰعیل

امام بخاریؒ 5

◆.... ابوالحسین مسلم

بن الحجاج القشیری

جامع مسلم شریف کے حالات 28

◆.... ابوداوٗد

ابوداوٗد سلیمان بن اشعث بجستانیؒ

جامع صحیح ابوداوٗد کے حالات 39

◆.... ترمذی

ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ الترمذی 46

◆.... نسائی

ابوعبدالرحمٰن احمد بن شعیب 51

◆.... ابن ماجہ

ابوعبداللہ بن یزید بن ماجہ 60

Marfat.com

♦.... امام مالک

ابو عبداللہ مالک بن انس اصبحی الحمیری جامع موطا 63

♦.... امام شافعی

ابو عبداللہ محمد ابن ادریسؒ الشافعی 84

♦.... امام حنبل

ابو عبداللہ احمد بن محمد حنبلؒ 105

♦.... امام دارمی

ابو محمد عبداللہ بن عبدالرحمٰن دارمی 125

♦.... امام دارقطنی

ابوالحسن علی بن عمر الدار قطنی 127

♦.... امام بیہقی

ابوبکر احمد بن حسین بیہقی 129

♦.... امام عبدرے

ابوالحسن زرین بن معاویہ 131

♦.... امام شیبانی (محمد)

ابو عبداللہ محمد بن الحسن بن فرقد 132

Marfat.com

صحیح بخاری شریف کے مصنف امام عبداللہ بن اسمٰعیل

امام بخاریؒ

امام بخاری جن کی کتاب بخاری شریف کتب حدیث میں خداوند تعالیٰ کی کتاب قرآن مجید کے بعد سب سے بڑا درجہ رکھتی ہے' دنیا کے سب سے بڑے محدث ہیں اور بجا طور پر کہا جاسکتا ہے کہ امام بخاری کے سوا دنیا میں غالباً اور کوئی ایسا شخص نہیں گزرا جس نے اپنے مذہبی رہنما' ہادی یا پیغمبر علیہ السلام کے اقوال و افعال کو فراہم کرنے اور ان کو مرتب و صحیح صورت میں دنیا کے سامنے پیش کرنے کے لیے اتنی مشقتیں برداشت کی ہوں' جتنی امام بخاریؒ نے برداشت کیں۔ واقعہ یہ ہے کہ امام بخاریؒ دنیا کے پہلے شخص ہیں جنہوں نے اپنے پیغمبر کی ایک ایک بات فراہم کرنے اور پھر اعتماد و استناد کی کسوٹی پر اس کو پرکھنے کے لیے سینکڑوں میل کے پاپیادہ سفر کیے ہیں۔

حضور ﷺ کے اقوال و افعال کو جس صورت میں امام بخاریؒ نے مرتب کر کے پیش کیا ہے' واقعہ یہ ہے کہ اس کی نظیر نہ تو پہلے ملتی ہے اور نہ آئندہ' اور یہی وجہ ہے کہ اس زمانہ سے آج تک امام بخاری کی خدمات کو سراہا جارہا ہے اور ان کی کتاب صحیح بخاری کو اصح الکتاب بعد کتاب اللہ مانا جاتا ہے۔

Marfat.com

خاندان

امام بخاری مجوسی خاندان سے تعلق رکھتے ہیں۔ آپ کے پردادا کا نام یزدیہ جعفی یا یزوذیہ جعفی یا احنف جعفی اور دادا کا نام ابراہیم بن مغیرہ جعفی ہے۔ یزوذیہ کے معنی کاشتکار کے ہیں ممکن ہے آپ کا خاندان کاشتکاری کرتا ہو اور جعفی منسوب ہے جعفی بن سعد کی جانب جو قبیلہ جعفی کا مورث اعلیٰ تھا۔ آپ کے دادا ابراہیم بن مغیرہ جعفی والئ یمن کے ہاتھ پر مشرف باسلام ہوئے تھے اور بعض مؤرخین کا بیان ہے کہ آپ کے دادا ابراہیم چونکہ یہاں جعفی کے ہاتھ پر مسلمان ہوئے تھے' اس لیے قبیلہ جعفی سے آپ کا تعلق ہو گیا تھا اور جعفی مشہور ہو گئے تھے۔ آپ کے والد ماجد کا نام اسماعیل اور کنیت ابوالحسن ہے اور یہ بخارا کے مشہور علماء میں سے تھے اور ثقہ اہل علم میں شمار کیے جاتے تھے۔

پیدائش و تربیت

امام بخاری کی تاریخ پیدائش میں مؤرخین کے درمیان اختلاف ہے بعض تو یہ کہتے ہیں کہ آپ 194ھ میں پیدا ہوئے اور بعض کہتے ہیں کہ 12 یا 13 شوال 190ھ کو پیدا ہوئے۔ اکثر مؤرخین کی تحقیق یہ ہے کہ آپ جمعہ کے دن 194ھ میں بخارا میں پیدا ہوئے اور آپ کا نام محمد رکھا گیا۔

آپ کے والد ماجد متقی' محتاط اور بہت بڑے عالم تھے لیکن آپ کو زیادہ عرصہ تک والدین کے کنار عاطفت میں زندگی کو خوشگوار بنانے کا موقع نہیں ملا اور پیدائش سے کچھ عرصہ بعد ہی والد کا انتقال ہو گیا۔ آپ کے ایک اور بھائی تھے جو عمر میں آپ سے بڑے تھے۔ دونوں بھائیوں کو ماں نے پرورش کیا۔ ان کی آغوش محبت میں آپ کو دوسری مصیبت سے سامنا کرنا پڑا کہ بچپن ہی میں آپ کی بینائی جاتی رہی جو عرصۂ دراز کے بعد خداوند تعالیٰ کے فضل و کرم سے واپس ملی۔

تعلیم

باپ کا سایہ سر سے اٹھ چکا تھا اور بینائی جاتی رہی تھی بایں ہمہ آپ کو تعلیم کا

Marfat.com

بہت شوق تھا اور حصول علم کا جذبہ ہر وقت آپ کو بے چین رکھتا تھا بچپن ہی سے آپ نے پڑھنا شروع کیا تھا اور ایام طالب علمی ہی میں دس برس کی عمر سے آپ نے احادیث نبوی ﷺ کو یاد کرنا شروع کیا اس زمانہ میں فراہمیٔ احادیث اور حفظ حدیث کا عام چرچا تھا اور جو لوگ اس مبارک کام میں مشغول رہتے تھے عوام و خواص دونوں میں ان کی بڑی قدر و منزلت تھی۔ آپ نے سولہ برس کی عمر میں ابن مبارک اور امام وکیع کی کتب احادیث کو حفظ کر لیا۔

سفر حج

سترہ (17) سال کی عمر میں امام بخاری اپنی والدہ ماجدہ اور برادر بزرگ کے ہمراہ حج کو تشریف لے گئے۔ حج سے فراغت کے بعد امام بخاری تو تکمیل تعلیم کی غرض سے حجاز ہی میں رہ گئے اور آپ کے بھائی احمد بن اسماعیل بخاری والدہ کے ساتھ بخارا چلے گئے تھوڑے عرصہ بعد آپ کے بھائی نے داعی اجل کو لبیک کہا اور کچھ عرصہ کے بعد والدہ ماجدہ نے بھی۔

حفظ حدیث کا آغاز

علوم و فنون کی تکمیل کے ایام میں امام بخاریؒ املا نویسی بھی کیا کرتے تھے۔ املا نویسی اس زمانہ میں اہل علم اور طلباء کا خاص شغل تھا۔ استاد طلباء یا اہل علم کے مجمع میں حدیث بیان کرتا اور لوگ اس کو لفظ بلفظ لکھ لیتے۔ یہ فن املا نویسی کہلاتا تھا۔ املا نویسی کے ایام میں ایک روز امام بخاریؒ کو الہام ہوا کہ املا نویسی ترک کر دو اور حدیث یاد کرو اس الہام کے بعد امام بخاریؒ نے املا نویسی ترک کر دی اور حدیث کو یاد کرنا شروع کیا۔ اس وقت آپ کی عمر دس سال کی تھی گیارہ سال کی عمر میں حفظِ حدیث میں آپ نے معقول ترقی کی یہاں تک کہ ایک روز اپنے استاد داغلی، مشہور راوی حدیث، کو ان کی ایک غلطی پر آپ نے متنبہ کیا اور داغلی نے اپنی غلطی کا اعتراف کر لیا۔

Marfat.com

فراہمیٔ احادیث

حفظِ حدیث کا شوق بڑھا تو امام بخاری نے حدیث نبوی ﷺ کو ان کے راویوں سے حاصل و فراہم کرنے کے لیے ممالک مصر و شام وغیرہ کا سفر اختیار کیا۔ دو مرتبہ آپ مصر گئے دو مرتبہ شام گئے' چار مرتبہ بصرہ کا سفر کیا اور چھ مرتبہ حجاز گئے اور ان مقامات میں کافی عرصہ تک قیام کیا۔ امام بخاریؒ خود ایک جگہ پر یہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے متعدد مرتبہ محدثین کے ہمراہ کوفہ اور بغداد کا سفر کیا ہے۔

جمع و ترتیب حدیث

فراہمیٔ احادیث کے بعد امام بخاریؒ نے احادیث کی جمع و ترتیب کی طرف توجہ کی اس زمانہ میں حدیث کی کئی کتابیں ترتیب پا چکی تھیں۔ امام بخاریؒ نے موطا امام مالک اور دوسرے محدثین کی مسانید کو دیکھا اور ان کی واضح ترتیب کو پسند کیا اور جمع حدیث کا کام شروع کر دیا۔ امام بخاریؒ نے جمع و تدوین حدیث کے سلسلہ میں اپنا یہ واقعہ خود لکھا ہے کہ میں ایک روز اپنے استاد اسحاق بن راہویہ کی خدمت میں حاضر تھا اور جمع و تدوین حدیث کی گفتگو ہو رہی تھی۔ اسحٰق بن راہویہ نے مجھ سے فرمایا کاش تم ایسی کتاب ترتیب دیتے جو حضور ﷺ کی صحیح و مستند احادیث کی جامع ہوتی۔ میں نے استاد کے اس ارشاد کو سن کر احادیث کی ترتیب و تدوین شروع کر دی۔

بخاری کی تدوین

امام بخاریؒ نے اپنی کتاب صحیح بخاری کو اٹھارہ سال کی عمر سے مرتب اور مدوّن کرنا شروع کیا اور چھتیس سال کی عمر تک برابر اٹھارہ سال اس کام میں مشغول رہے اور صحیح بخاری کی تکمیل پر پہنچا دیا۔

امام بخاریؒ کے والد تجارت کرتے تھے اور یہی ان کا ذریعہ معاش تھا والد کی وفات کے بعد آپ بھی تجارت میں مشغول رہے اور اس کام کو اس قدر دیانت کے ساتھ کیا کہ کبھی کسی کو معاملہ کرنے میں آپ سے شکایت نہیں ہوئی۔ آپ عام لوگوں

Marfat.com

کے ساتھ معمولی کاموں میں شریک ہو جایا کرتے تھے اور باوجود استطاعت کے مزدوروں کے ساتھ بھی کام کر لیا کرتے تھے۔ طلباء پر آپ خاص طور پر شفقت فرماتے اور ان سے مسلوک ہوتے رہتے تھے۔

چند خاص واقعات

امام بخاریؒ نے دس برس کی عمر سے بخارا میں حدیثیں یاد کرنا شروع کیں۔ سولہ برس کی عمر میں عبداللہ ابن مبارک اور وکیع کی تصانیف یاد کیں لیکن ہمت کے اس بلند پرواز شاہین یعنی امام بخاریؒ نے اس پر اکتفا نہیں کیا بلکہ خراسان اور جبال، مدن، عراق اور حجاز و شام و مصر میں تحصیل حدیث کے واسطے متعدد سفر کیے۔ 18 برس کی عمر میں فضائل تابعین کی تصنیف شروع کی۔ جب آپ بغداد میں تشریف لائے تو آپ کے حافظہ کی بے انتہا شہرت نے لوگوں کو آپ کی طرف متوجہ کیا اور اکثر طلباء و اہل علم کی بڑی بڑی جماعتیں آپ کی زیارت کے لیے حاضر ہوئیں۔ آپ کے فضل و کمال کا اعتراف کیا اور اس امر کی شہادت دی کہ درحقیقت امام بخاریؒ اپنے زمانہ میں منفرد ہیں۔

خطیب بغدادی نے اپنی تاریخ بغداد میں لکھا ہے کہ جب امام بخاری بغداد میں پہنچے اس وقت بغداد میں آپ کی ایک عام شہرت تھی اہل علم کا وہاں مجمع تھا علماء کے وہاں جمگھٹے رہتے تھے ایسے مقام میں درحقیقت امام بخاری کی جانچ نہایت قابل وقعت تھی محدثین کے ایک جم غفیر نے آپ کے امتحان کی صورت یہ پیدا کی کہ دس آدمیوں پر سو حدیثیں اس طرح تقسیم کیں کہ ہر ایک شخص دس دس حدیثیں مقلوب المتون والاسناد امام بخاری کے سامنے پیش کرے یعنی ایسی احادیث جن کے متن صحیح ہیں تو سند اور ہے اور سند صحیح ہے تو متن اور ہے۔

غرضیکہ یہ جلسہ معین وقت پر منعقد ہوا۔ جس وقت اس جلسہ میں امام بخاریؒ تشریف لائے اصحاب حدیث میں مقررہ اصحاب نے وہ حدیثیں مقلوب المتن والاسناد پیش کرنا شروع کیں۔ امام بخاریؒ کا حافظہ اس پایہ کا تھا کہ فوراً حدیث پیش شدہ کو جانچ

Marfat.com

لیا اور بلا تامل جواب دیا لا اعرفہ یعنی اس طریقہ کی حدیث کا مجھ کو علم نہیں ہے یہ دسوں حضرات اپنی مقررہ حدیثیں یکے بعد دیگرے پیش کرتے رہے اور امام بخاری اپنا وہی معمولی مگر نہایت سنجیدہ جواب دیتے رہے۔ بالآخر یہ دور ختم ہو گیا اور سائل ساکت ہوئے' حاضرین جلسہ امام بخاریؒ کی فطانت کی داد دینے لگے اور اس بلیغ دھوکے کا جیسا کہ سنجیدہ جواب امام بخاری کی طرف سے ہوا۔ اس سے لوگوں کے دلوں میں ان کی ایک خاص وقعت پیدا ہو گئی مگر امام بخاری نے نہ صرف اس سنجیدہ جواب کو ان سوالوں کے مقابلہ میں کافی سمجھا بلکہ بالترتیب آپ سائلوں کی طرف متوجہ ہوئے اور ہر سائل کی حدیث کے متن کو اسناد صحیح کے ساتھ بیان کیا کہ فلانی حدیث کے متن کی یہ سند ہے اور فلاں سند کا یہ متن ہے غرضیکہ دسوں حدیث بالترتیب بیان فرمائیں اور ہر ایک سائل کی احادیث کو اسی طور سے صحیح فرما دیا۔ جس تبحر کے ساتھ امام عالی مقام نے اپنی تقریر کو ختم کیا وہ ایسی معمولی تقریر نہ تھی جس سے لوگوں کو استعجاب نہ ہوتا تمام حاضرین جلسہ امام بخاری کے فضل وکمال کے قائل ہو گئے اور جس شہرت کے ساتھ ان کا نام سنا گیا۔ اس سے زیادہ ہی وقعت لوگوں کے دلوں میں پیدا ہو گئی۔

2- امام بخاریؒ کے کمال علم کی نسبت اشعتی اللمعات میں لکھا ہے کہ امام بخاریؒ نے وہ اقتدار پایا تھا کہ علمائے زمانہ نے نہایت معزز اور مقتدر القاب و خطاب آپ کو عطا کیے تھے چنانچہ بعض نے آپ کو امیر المومنین فی الحدیث' ناصر الاحادیث المصطفویہ' ناشر الاحادیث المحمدیہ وغیرہ خطابات دیئے تھے اور بعض نے ان کے علاوہ اور بھی خطابات عطا کیے تھے۔ اس کے علاوہ جو مرتبہ اور عظمت لوگوں کے دلوں میں امام بخاری کی تھی وہ ایسے اعلیٰ درجہ کی تھی جس کا کوئی اندازہ نہیں کر سکتا۔ صحیح مسلم شریف کے جامع امام مسلم جیسے مقدس بزرگوار کی یہ حالت تھی کہ جب امام بخاری کی خدمت میں آتے تو اپنے بے انتہا اخلاص سے یہ درخواست کرتے کہ آپ مجھے اجازت دیں کہ میں آپ کے قدم مبارک کو بوسہ دوں اور جب کبھی امام بخاریؒ کی جانب خطاب کرتے تو یا طبیب الاحادیث یا استاذ الاستاذین یا سید المحدثین فرماتے۔

Marfat.com

یہ ان لوگوں کے اخلاص وعقیدت کا حال ہے جو خود امام وقت اور معتمد علیہ عوام وخواص تھے۔عوام اہل اسلام کی عقیدت کا اندازہ اس سے کہیں زیادہ ہوگا۔

3- صحیح ترمذی کے مصنف امام بخاریؒ کی نسبت فرماتے ہیں کہ امت محمدیہ کے لیے وجود باوجود امام بخاری کا خدائے تعالیٰ کی طرف سے زیب وزینت ہے درحقیقت میں نے توان کی مثل کسی کونہیں دیکھا۔

ابن المدینی فرماتے ہیں کہ میں تو میں خود امام بخاریؒ نے اپنا مثل نہ دیکھا ہوگا یعنی امام بخاری کے قبل بھی کوئی ان کے مثل نہیں ہوا۔

ابن خزیمہ فرماتے ہیں کہ اس نیلگوں آسمان کے نیچے امام بخاریؒ سے زیادہ فن حدیث میں زیادہ طاق اور جاننے والا میں نے نہیں دیکھا۔

4- بعض علماء نے غُلُو کے ساتھ کہا ہے کہ امام بخاری خدا کی علامات خاص سے جیتی جاگتی چلتی پھرتی علامت ہیں جو اہل عالم کو روئے زمین پر دکھلائی دیتی ہے۔امام بخاریؒ اپنے زمانہ میں ایسے مسلم الثبوت محدث تھے کہ ہر اک امر میں اپنا نظیر نہیں رکھتے تھے۔حافظہ ان کا ایسا بے مثل تھا کہ احادیث اور کتاب وسنت میں آپ کی نظیر نہ تھی۔فہم' معانی' احادیث' رسائی ذہن اور جودت طبع آپ کی ایسی ہی بے نظیر تھی۔ قوت اجتہاد اور مبلغ علم ایسا ہی وسیع تھا۔زہد وتقویٰ اور تورع میں ایسے جوان صالح تھے جیسے کہ پدر بزرگوار بابرکت متقی اور مستجاب الدعوات تھے۔ویسی ہی ان کی والدہ عفت مآب عفیفہ اور پاک دامن اور مستجاب الدعوات تھیں۔ان کی والدہ ہمیشہ یہ دعا کرتیں یابارالہا میری کوئی دعا قبول نہ کر بجز اس کے کہ میرا انجام خیر ہو اور آخرت میں میرے ساتھ اچھا سلوک کیا جائے۔

5- اٹھارہ برس کی عمر میں امام بخاریؒ مدینہ منورہ تشریف لے گئے اور آنحضرت ﷺ کے روضہ کے قریب بیٹھ کر تاریخ کبیر تصنیف فرمائی چاندنی راتوں کی دلفریب روشنی میں لکھا کرتے اور اس دلفریب وقت کے اعتبار سے اگرچہ مدلل ہوگی لیکن زیادہ تر حضور ﷺ کی قربت کے فیض نے زیادہ مقبول کردیا۔اس مرحلہ کے بعد

Marfat.com

ایک سفر تکمیل حدیث کی غرض سے اختیار کیا۔ جن شہروں میں بغرض تکمیل احادیث سفر کیے اس کے ناموں کی فہرست خود امام بخاریؒ سے منقول ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ دو مرتبہ میں مصر اور شام میں گیا اور چار بار بصرہ میں چھ برس حجاز میں رہا اور اس کی تعداد تو میں بتا ہی نہیں سکتا کہ میں نے کوفہ اور بغداد کے محدثین سے کس قدر استفادۂ حدیث کیا اور کتنی مرتبہ اس غرض سے آمد و رفت کی۔ اپنے شیوخ کی نسبت فرماتے ہیں کہ میں نے ایک ہزار استادوں سے سماعت حدیث کی اور یہ سب لوگ نہایت معتبر محدث تھے۔

6- امام بخاریؒ کے مشائخ چند طبقہ کے ہیں تبع تابعین اور اتباع تبع تابعین اور ان کے اقران اصحاب۔ ان میں بعض ایسے بھی ہیں جنہوں نے امام بخاری کا تلمذ اختیار کیا۔ امام بخاریؒ سے منقول ہے کہ اس وقت تک محدث کامل نہیں ہوتا جب تک کہ وہ اپنے سے اعلیٰ درجہ کا شاگرد نہ ہو اور اپنے برابر والے سے استفادہ حاصل نہ کرے اور اپنے کمتر سے سماعت حدیث نہ کرے۔ یعنی محدث کو تحقیق کا ایسا درجہ حاصل کرنا چاہیے۔ کہ وہ ہر ایک درجہ کے لوگوں سے اپنے مطلب کی بات اور اپنے مقصد کی تحقیق کرے۔ غرضیکہ امام بخاریؒ کا تحصیل علم حدیث میں ایسا بلند مرتبہ تھا جو محتاج بیان نہیں۔

7- بخاری کے شاگردوں کی تعداد ایک لاکھ کے قریب اور ان میں بعض ایسے مقتدر شاگرد ہیں جو خود امام وقت اور مجتہد تھے اور مسلم ترمذی کو کون ایسا شخص ہے جو نہ جانتا ہو اور ان کے فضل و کمال سے واقف نہ ہو۔ ان کی سند صحاح ستہ میں داخل ہے اور ابن خزیمہ ضریری ایسے لوگ نہیں جن کے علم و فضل میں کسی کو کلام ہو۔ غرضیکہ امام بخاری کے علم و فضل کا پایہ ارفع و اعلیٰ ہے اور جس نے فیض صحبت و تعلیم حاصل کیا۔ وہ بھی اپنے فضل و علم میں کامل اور بے نظیر ہوا۔

8- امام بخاری علاوہ دولت علم کے صاحب ثروت اور مال دار بھی تھے اور یہ سارا تمول ان کو اپنے باپ کے ورثہ سے ہوا۔ اس تمول کے ساتھ وہ زیور بھی تھا جو مال و دولت کے لیے زیب و زینت ہے یعنی سخاوت علم و فضل کے علاوہ جواں مرد

Marfat.com

خوش خلق، بامروت، متورع اور محتاط تھے۔ فقیروں اور مسکینوں سے سلوک کرنے کے علاوہ طلباء سے نہایت رعایت کے ساتھ پیش آتے اور جہاں تک ممکن ہوتا۔ ان سے مسلوک ہوتے باوجود اس تمول اور دولت مندی کے خود ایسے طریقہ زندگی سے بسر کرتے جو ایک دولت مند سے ازبس مشکل ہے۔ ان کے دسترخوان پر اکثر خشک روٹی کے ٹکڑے ہوتے۔ شدید علالت کے وقت جب اطباء کی طرف رجوع کیا گیا تو اطباء نے ان کی بیماری کی علت یہ بیان کی کہ یہ مرض خشک روٹی کے کھانے سے پیدا ہوا۔ آخر جب علاج پر زیادہ اصرار کیا گیا تو وہ کسی شربت کے ساتھ چند ٹکڑے روٹی کے تناول فرما لیتے۔

9- صبر وتحمل اور استغراق کی یہ حالت تھی کہ ایک مرتبہ نماز میں بھڑ یعنی زنبور عسل نے سترہ مرتبہ کاٹا آپ کو اس سے کچھ حس بھی پیدا نہیں ہوئی اور اسی طرح آپ نے نماز پوری کی۔

10- بستان المحدثین میں شاہ عبدالعزیز صاحب دہلوی تحریر فرماتے ہیں کہ حامد بن اسماعیل جو امام بخاری کے ہم عصر اور محدث تھے فرماتے ہیں کہ امام بخاری ایک زمانہ میں میرے ہمراہ شیوخ وقت کی خدمت میں سماعت حدیث کے لیے جایا کرتے تھے۔ اس وقت یہ قاعدہ تھا کہ طلباء دوات قلم کاغذ لے جاتے اور جو کچھ شیخ کی زبان سے سنتے وہ سب لکھتے۔ یعنی اس زمانہ یہ قاعدہ عام حدیث کی تعلیم کا تھا کہ استاد حدیث بیان فرماتے اور شاگرد یا سنتے یا لکھتے جاتے لیکن امام بخاری کا حافظہ ایسا تھا کہ ان کو لکھنے کی کبھی ضرورت ہی نہیں ہوئی۔ امام بخاری یوں ہی خالی جاتے۔ جب شیخ وقت حدیث بیان فرماتے سب طلباء تو لکھنے میں مصروف ہوتے اور یہ چپکے بیٹھے سنا کرتے اور جب تقریر ختم ہوتی یہ اٹھ کر چلے آتے۔

حامد بن اسماعیل کہتے ہیں کہ جب میں نے چند دن امام بخاری کی یہی صورت دیکھی تو میں نے ایک دن کہا کہ آپ روز آتے اور یوں ہی اٹھ کر چلے جاتے ہیں آخر اس آمد ورفت سے کیا فائدہ۔ آپ اپنا وقت کیوں ضائع کرتے ہیں۔ جب

Marfat.com

آپ لکھتے نہیں تو آپ کو صرف سماعت سے کیا حاصل ہوگا۔ شیخ کی آواز جو ہوا کی تحریک سے کان تک پہنچتی ہے دوسرے کان سے نکل جاتی ہوگی۔ آپ کو یاد کیا ہوگا۔ آخر کو جب پندرہ روز مجھ کو اس صورت سے کہتے گزرے تو فرمایا کہ تم نے مجھ کو بہت تنگ کیا۔ اچھا تم اپنا لکھا ہوا نکالو دیکھوں تم نے کیا صحیح لکھا ہے۔ آؤ دیکھو جیسا کہ مجھ کو یاد ہے اس سے تو مقابلہ کرو۔

حامد بن اسماعیل فرماتے ہیں کہ اس زمانہ تک پندرہ ہزار حدیثیں میں لکھ چکا تھا۔ امام بخاری نے وہ تمام حدیثیں پڑھنا شروع کیں اور میں اپنا لکھا دیکھتا گیا۔ امام بخاری کو وہ حدیثیں اس صحت سے یاد تھیں کہ میں نے اپنے لکھے ہوئے کو ان کی یاد پر صحیح کیا۔ جب سب حدیثیں ہو چکیں تو فرمایا کیوں حامد اب بتاؤ میری مشقت کیا بے کار تھی اور کیا میں یہ کوشش فضول کرتا تھا؟ میں نے کہا سبحان اللہ آپ کو میں ایسا نہیں جانتا تھا کہ آپ کا حافظہ اس بلا کا ہے۔ حامد بن اسماعیل فرماتے ہیں کہ اس روز سے مجھے یقین ہو گیا کہ یہ شخص اپنے زمانہ میں بڑی شان کا ہوگا۔ درحقیقت ایسے شخص کی کون برابری کر سکتا ہے اور یہ خداداد حافظہ کس کا ہوگا جو اس کا نظیر سمجھا جائے۔

-11 امام بخاری کے اوصاف میں یہ نادر الوجود وصف بھی تھا کہ آپ اکثر فرمایا کرتے تھے کہ بروز قیامت مجھ سے غیبت کے متعلق سوال نہ کیا جائے گا کیوں کہ اپنی تمام عمر کسی کی غیبت نہیں کی۔

-12 امام بخاری کی نسبت یہ بھی بیان کیا جاتا ہے کہ کبھی کبھی آپ نظم کی طرف بھی توجہ فرماتے تھے طبقات کبیر میں ایک قطعہ بھی آپ کی طرف منسوب ہے۔

لیکن مشہور یہ ہے کہ امام بخاری نے کبھی دوسروں کا شعر بھی نہیں پڑھا چہ جائیکہ خود نظم فرماتے ہاں وہ اشعار جو روایت حدیث میں آ گئے۔ بہر حال یقین کے ساتھ نہیں کہا جا سکتا کہ مذکورہ قطعہ امام بخاری کا ہے اور نہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ شعر گوئی کی نسبت امام بخاری کی کیا رائے تھی۔ دونوں باتیں قریب قریب مساوی درجہ رکھتی ہیں۔

-13 شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی نے اپنی بعض تصانیف میں امام

Marfat.com

بخاری کا ایک نہایت دلچسپ واقعہ لکھا ہے جو اگرچہ باعث طوالت ہے لیکن اس سے چونکہ امام بخاری کی وہ شان وعظمت واضح ہوتی ہے جو آج تک علمائے اسلام کے دلوں میں پائی جاتی ہے یا یہ کہ دوسرے محدثین پر امام بخاری کے تفوق کا اس سے ثبوت ملتا ہے‘ اس لیے ہم اس کو اس موقعہ پر درج کرنا ضروری سمجھتے ہیں اور وہ یہ ہے کہ شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ میں ایک جلسہ میں اس حدیث کا تذکرہ کر رہا تھا:

لو کان لا یمان عندالثریا لنا له رجال اور رجل من هولاء

وفی روایت لنا له رجل من هولا

اگر ایمان ستارہ ثریا کی بلندی پر ہی ہوتا تو لوگ اسے حاصل کر لیتے یا پا لیتے کہ اسی سلسلہ میں‘ میں نے کہا کہ اس حکم میں امام بخاری داخل ہیں اس واسطے کہ خداوند تعالیٰ نے ان کے ذریعہ سے اور ان کے ہاتھ سے علم حدیث کو مشہور کیا اور ہمارے زمانہ تک اسی بزرگوار کے ذریعہ سے حدیث متصل ہم تک پہنچی اور باقی ہے۔ اس جلسہ میں ہر اک قسم کے حضرات موجود تھے ایک صاحب نے امام بخاری کی اس توصیف سے ذرا مکدر ہو کر فرمایا کہ یہ قول آپ کا مجھے پسند نہیں آیا اور نہ میں اس سے اتفاق کر سکتا ہوں۔ امام بخاری کے حافظہ میں کچھ شک نہیں ہے لیکن علم حدیث اور تفقہ فی الحدیث میں ان کو ایسی دستگاہ کامل نہیں تھی کہ وہ اس عزت وعظمت کے مستحق قرار پائیں جو آپ نے بیان کی ہے۔ میں ان کی طرف کچھ مخاطب نہ ہوا کیونکہ ان کو میرے کلام سے کوئی معتد بہ فائدہ نہ ہوتا اور نہ وہ میری بات مانتے۔ دیگر احباب کی طرف متوجہ ہو گیا اور ان سے اس بارے میں ایک بسیط تقریر کی۔ میں نے کہا کہ شیخ ابن حجر ایک تقریب میں فرماتے ہیں کہ محمد بن اسماعیل بخاری کان امام الدین فی الفقه و الحدیث. یعنی امام بخاری دین کے اماموں میں ہیں اور حدیث اور فقہ میں بھی یہ امام مانے گئے ہیں اور درحقیقت اس میں شک نہیں کہ جو لوگ اہل حدیث میں اور جن کی معلومات کتاب وسنت میں وسیع ہیں اور جن کا ادراک وفہم قوی ہے ان کے نزدیک یہ بدیہی امر ہے اور کسی طرح کا وہ شک نہیں کر سکتے کہ امام بخاریؒ ایسا علامہ فن حدیث ہے جو اپنا نظیر نہیں رکھتا۔

Marfat.com

بعد اس کے میں نے ان تحقیقات علمیہ کا ذکر کیا جو امام بخاری کی بدولت ہوئیں اور واقعہ یہ ہے کہ امام بخاری کی تحقیقات کی بدولت جو کچھ احسان اسلام پر ہوا اس کے شکریہ کا مستحق سوائے امام بخاری کے کوئی نہیں۔

اس تقریر میں جو کچھ خداوند کریم کی طرف سے امداد ہوئی وہ میں نے اس جلسہ میں بیان کی۔ جب میں اپنی تقریر ختم کر چکا تو خواجہ محمد امین نے کہا کہ جو کچھ آپ نے ذکر کیا وہ درحقیقت نہایت مفید ہے لیکن ہمارا حافظہ ایسا کہاں کہ اس دلچسپ اور مفید تقریر کو ہم یاد کر سکیں بہتر ہو کہ آپ اپنی تقریر کو کسی کتاب میں داخل کر دیں۔

غرض کہ شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ میں نے اس تقریر کو نہایت مختصر طور پر لکھا۔ اگرچہ ایسے بزرگواروں کی تقریر بجنسہ لکھنا ایک برکت کا ذریعہ بنا لیکن چونکہ اس میں زیادہ احادیث کی تفصیل اور توضیح نہیں اس لیے پوری تقریر اس موقعہ پر لکھنا مناسب معلوم نہیں ہوا۔ شاہ صاحب کے بیان کا خلاصہ اور مقصود یہ تھا کہ امام بخاری نے اپنے جامع صحیح میں یعنی صحیح بخاری میں حدیث متصل جمع کر دی ہیں۔ اسی بیان کے ثبوت کے لیے اور اس کی اصلیت ثابت کرنے کے واسطے اور یہ امر ظاہر کرنے کے لیے کہ انتخاب اور انتخاذ کے لیے کیا وسیع علم چاہیے اور کیسی وسعت نظر درکار ہے اور انتخاب اس وقت تک ممکن نہیں جب تک کہ اس کو علوم پر پوری نظر نہ ہو۔ امام بخاری نے صرف صحیح حدیث اور متصل کو جمع کیا ان احادیث سے نکال کر جن کے اقسام متعدد ہیں۔ اور لکھوکھا احادیث پر جب تک عبور نہ ہو یہ امر ممکن نہیں اور اس بات کی جانچ اور امتیاز کہ نہایت صحیح ہے ایک بہت بڑی معلومات پر منحصر ہے۔ اسی امر کو واضح کرنے کے لیے حضرت شاہ صاحب نے فرمایا ہے:

"یہ جاننا چاہیے کہ علم حدیث ہجرت نبوی سے سو برس تک مدون نہیں ہوا۔ بلکہ سینہ بسینہ منتقل ہوتا رہا۔ سو برس کے بعد ترتیب اور تدوین کی طرف لوگ متوجہ ہوئے اور سو برس تک درجہ بدرجہ ترقی اور استحکام ہوتا رہا اور کتب احادیث کی تصنیفات ہوتی رہیں۔ دو سو برس کے بعد بخاری علم حدیث کے جولانگاہ کے شہسوار ہوئے اور لوگوں

Marfat.com

کے معتقد علیہ مانے گئے۔ انہوں نے پہلے ہی وہ کام کیا جو بہت ضروری تھا اور جس کی بے انتہا حاجت تھی اور درحقیقت امام بخاری نے اس کام کو نہایت لیاقت کے ساتھ انجام کو پہنچایا۔ لکھوکھا احادیث کی متعدد قسموں کو اس قابلیت سے جدا جدا کیا اور ان میں ایک بین فرق پیدا کر دیا جس سے ہم بلا کھٹکے تمیز کر سکتے ہیں کہ یہ حدیث متصل ہے' یہ حدیث حسن ہے' یہ مشہور ہے' یہ منکر ہے' یہ معروف ہے۔ اس تقریر کے بعد حدیث کے اقسام بتائے گئے جس کی توضیح ہم امام احمد بن حنبل کے حالات میں حوالۂ قلم کریں گے۔

اس کے بعد شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ بخاریؒ نے اپنے جامع صحیح کو صرف احادیث صحیح مجرد پر مرتب کیا۔ اس میں بعض مستفیض اور بعض مشہور اور بعض صحیح مقبول ہیں اور اس التزام میں بخاری پہلے شخص ہیں جنہوں نے صحیح بخاری کو اس صحت کے ساتھ پورا کیا۔

امام بخاری کو اس امتیاز سے جس کو کہ انہوں نے اپنی صحیح بخاری میں برتا ہے' بے شک ہم اس حدیث کا مصداق سمجھ سکتے ہیں۔ ''لنا له رجال من هولاء'' اگرچہ سوائے اس کے اور کوئی فضیلت نہ ہو کیونکہ ایمان نہ تو فقہ' تفسیر اور سیر پر موقوف ہے بلکہ تمام علوم وفنون حدیث موقوف علیہ ایمان ہیں اور علاوہ اس کے امام بخاری کا ظہور دوسو برس کے بعد ہوا اور اس سے قبل علمائے سابقین متعدد علوم میں کتابیں تصنیف اور تالیف کر چکے تھے۔ امام مالک اور سفیان ثوری نے فقہ میں' ابن جریح نے تفسیر میں' ابوعبیدہ نے غرائب قرآن میں' محمد بن اسحاق موسیٰ بن عقبہ نے سیر میں ابن مبارک نے زہد اور موعظ میں' کسائی نے بدر خلق اور قصص ابنیا میں' یحیٰی بن معین وغیرہ نے معرفت احوال صحابہ اور تابعین میں اور دیگر علماء نے رویا میں۔ اور ادب وشمائل اور اصول حدیث اور اصول فقہ اور رد مبتدعین میں بے شمار کتابیں لکھی جا چکی تھیں۔

پس امام بخاری نے ان تمام علوم سے عمدہ نتائج اخذ کر کے اور ان جزئیات اور کلیات کا انتخاب جو کہ احادیث سے متعلق تھے' بدلیل اپنی کتاب میں درج کیا اور ان علوم کے امہات مسائل کو مسلمانوں کے لیے ذکر کیا تاکہ ہر ایک کو اس پر حجت قاطع ہو

Marfat.com

اور کسی کو اس میں شک باقی نہ رہے۔ ان سب تحقیقات پر کوئی عقل سلیم اس امر کا حکم نہیں کر سکتی ہے کہ امام بخاری ان علوم کو نہیں جانتے تھے۔ کیا یہ انتخاب بغیر وسعتِ نظر کے ہوا ہوگا؟ اور کون یہ رائے قائم کر سکتا ہے کہ امام بخاری ان علوم کو نہیں جانتے تھے۔ احادیث صحیحہ کا لکھوکھا احادیث میں سے کوئی سہل کام نہیں اور نہ ایک کم مایہ شخص کا یہ کام ہے۔ اس کی مثال ایسی ہے کہ ایک شخص کہے کہ فلاں شخص نے قواعد طبیہ کو جو کہ قانون میں ہیں انتخاب کیا ہے اور جو قواعد دلائل قویہ سے ثابت ہوئے ان کو درج کیا ہے تو فوراً ایک صحیح عقل رکھنے والا یہ حکم لگا دے گا کہ اس شخص نے تمام جزئیات اور کلیات کو ضرور غور اور تأمل کی نظر سے دیکھا ہوگا۔ اس کو علم طب میں بھی کامل مہارت اور لیاقت تامہ ہوگی اور ضرور ایک اندازہ کرنے والا دماغ اور جانچنے والی عقل خدا نے اس کو دی ہوگی ایسے ہی مثلاً کوئی کہے کہ فلاں شخص نے دیوان ابوالطیب متنبّی کا انتخاب کیا ہے اور اس کے منتخب اشعار کا ایک مجموعہ تیار کیا ہے تو یہ امر بدیہی ہے کہ اس کو عروض اور عربیت اور ادب اور نظم میں اعلیٰ درجہ کی مہارت ہوگی اور شعر وشاعری میں ایک اعلیٰ درجہ کا مذاق ہوگا۔ تب اس کو انتخاب کی قابلیت پیدا ہوئی۔

پس اسی طور پر امام بخاری کی نسبت ہم حکم لگا سکتے ہیں۔ جن کی صحیح بخاری ایک اعلیٰ درجہ کے امتیاز کے ساتھ ہمارے سامنے موجود ہے۔ پس اس پر یہ قیاس کرنا چاہیے کہ تمام علوم مذکورہ میں جب تک کامل مہارت پیدا نہ ہوگی اس وقت تک ایسی متند حدیثوں کا انتخاب نہیں ہو سکتا جو کہ ہر پہلو سے صحیح مانی گئیں۔ کیا روایت احادیث کو امام بخاری نے نہ جانچا ہوگا۔ کیا سیر[1] پر ان کی نظر نہ ہوگی۔ کیا تاریخ میں ان کو مہارت نہ ہوگی۔ کیا کتاب اللہ سے حدیث کو مطابق نہ کیا ہوگا۔ کیا تفسیر پر ان کی نظر نہ ہوگی۔ جس سے معانی کی توضیح ہو؟ یہ سب امور کیا اس امر کے لیے کافی نہیں ہیں کہ ان کو ایک اعلیٰ درجہ کی فضیلت فقہ میں ہوگی۔ اگر میں انصاف سے امام بخاری کی نسبت یہ رائے ظاہر کروں تو بلا تأمل اس امر کا اقرار کروں گا کہ میں نے متقدمین میں بھی ان کا مثل نہیں

[1] جمع سیرت۔

Marfat.com

دیکھا اور نہ میں کسی کو ایسا تبحر پاتا ہوں جو تمام علوم کا جامع ہو اور ہر علم میں بحث کر سکتا ہو۔ ہر شخص ایک فنی ہوگا اور ایک ہی علم میں اس نے اپنی نظر وسیع کی اور تبحر حاصل کیا ہوگا۔ زیادہ سے زیادہ دو فن تک ان کے شاہین کمال نے بلند پروازی کی ہوگی۔

میں تو متقدمین میں ایسا کسی کو نہیں پاتا کہ علوم حدیث اور استدلال اشارات حدیث میں بخاری کے مثل کلام کیا ہو۔ انصاف تو یہ ہے کہ اُمہات علوم کو احادیث صحیح سے استخراج کرنا ایک بہت ہی مشکل کام ہے اور پھر شریعت کے معاملہ میں جہاں نہایت احتیاط کے ساتھ مداخلت کی جاتی ہے جس میں زیادہ سرعت انتقال ذہن، حفظ حدیث اور استحضار علوم کی ضرورت ہے۔

باوجود اس تبحر اور فضل و کمال کے جیسا کہ امام محمد کو تھا۔ امام بخاری ہمیشہ یہ کہتے رہے کہ اصل یہ ہے کہ میں انتقادیر اور تفسیر زہد سے عاجز رہا کیونکہ اکثر ان میں حدیث مرسل اور ضعیف نظر آ جاتی ہیں اور ان میں بھی اکثر موضوع امام بخاری نے ہر اک قسم کی احادیث کو صحابہ اور تابعین کے تراجم سے علیحدہ علیحدہ باب میں تقسیم کر دیا اور استحضار احادیث کا طریقہ مسائل متعلقہ سے بتایا اور طریق استدلال کا اشارہ نصوص سے اختراع اور ایجاد کیا۔

درحقیقت امام بخاریؒ کے بعض استدلال کو محققین فضلاء نے قبول نہیں کیا وللناس مایعشقون مذاھب اور ایسا تو کوئی شخص علماء میں سے نہیں جن کی مخالفت نہ ہوئی ہو یا کوئی نہ کوئی اعتراض نہ ہوا ہو اور بڑا سبب یہ ہے کہ راویوں کی سوانح عمری کے نہ مرتب ہونے سے یہ مباحثہ ہوتا تھا کیونکہ اس سے قبل لوگوں کی توجہ اس علم کی طرف بالکل نہ تھی اس واسطے کہ انہوں نے پہلے اصول، مذہب اور تعلیم اور تعلم اور مسائل کی ترتیب پڑھی ہی نہ تھی کہ زوائد کی طرف متوجہ ہوتے۔

14- مولانا شاہ عبدالحق صاحب دہلوی نے امام بخاریؒ کی وفات کے متعلق ایک قصہ لکھا ہے جس کا ذکر ضروری ہے چنانچہ وہ لکھتے ہیں کہ

امام بخاری جب تحصیل علم سے فارغ اور مشائخ حدیث کی خدمت سے کنارہ

Marfat.com

کش ہو کر اپنے وطن مالوف بخارا میں آ کر مسکن گزین ہوئے اس وقت کا واقعہ ہے کہ آپ جس وقت بخارا میں داخل ہوئے اور اہل شہر کو آپ کی تشریف آوری کا حال معلوم ہوا تو ایک جم غفیر تھا کہ شوق دیدار کے لیے چلا آتا تھا۔ شہر سے کوس بھر کے فاصلہ تک استقبال کے لیے لوگ آئے اور اس ورود مسعود کی خوشی میں انہوں نے شہر کے باہر خیمے نصب کر دیئے تھے۔ پھر جس وقت امام بخاریؒ کی سواری شہر کے اندر آنے لگی تو لوگ روپے نثار کرتے اور اظہار مسرت کرتے۔

غرضیکہ امام بخاری اس شان وشوکت سے بخارا میں پہنچے اور ایک زمانہ تک درس وتدریس علم حدیث کرتے رہے۔ امام بخاری اپنی عام مقبولیت کے سبب ہر دلعزیز ہو گئے۔ حاسدان زمانہ ان کی اس عزت واقتدار کو دیکھ کر بہت جلے۔ ان کے زوال عظمت کا طریقہ یہ سوچا کہ والیٔ بخارا کو اس بات پر آمادہ کیا کہ جامع صحیح اور تاریخ کبیر اس کے دربار میں آ کر امام بخاری خود سنائیں۔ جب امام بخاری کو یہ پیغام پہنچا تو آپ نے انکار کیا اور فرمایا کہ میں علم دین کو ذلیل کرنا نہیں چاہتا۔ اگر حاکم بخارا کو شوق استماع حدیث ہے تو میری مسجد میں آئے یا میرے غربت کدہ میں حاضر ہو اور ایک روایت یہ ہے کہ والیٔ بخارا نے اپنے فرزندوں کی نسبت سے یہ کہلا بھیجا کہ میں چاہتا ہوں کہ میرے لڑکے ایک خصوصیت اور امتیاز کے ساتھ غیر طلباء سے الگ بیٹھ کر استماع حدیث کریں اور ان کا ایک مخصوص مقام ہو جس میں کوئی اور نہ آ سکے۔ امام بخاری نے اس کے جواب میں کہلا بھیجا کہ بہ حیثیت اسلام واستماع حدیث میرے نزدیک سب برابر ہیں۔ میں کبھی ایک قوم کو اس اعتبار سے کمتر اور بہتر خیال نہیں کر سکتا۔ اگر شوق استماع حدیث ہے تو انہیں غریبوں اور مسکینوں کے حلقہ میں آ کر استفادہ حاصل کرنا چاہیے۔

والیٔ بخارا کو یہ آزادانہ جواب سن کر بہت غصہ آیا اور حکم دیا کہ امام بخاریؒ اس شہر کو چھوڑ دیں۔ حکم حاکم مرگ مفاجات امام بخاریؒ کو اس حکم کی تعمیل کرنا پڑی۔

اس حکم بے جا کے ظلم سے آخر امام بخاریؒ نے اس کے حق میں دعائے بد کی

Marfat.com

اور وہ مقبول ہوگئی چنانچہ ایک مہینہ بھی نہیں گزرنے پایا تھا کہ دارالخلافت سے فرمان معزولی صادر ہوا اور والیٔ بخارا کو گدھے پر سوار کر کے مع اہل وعیال شہر بدر کر کے قید خانہ میں بھیج دیا گیا۔ اسی حالت میں اس کی موت آئی اور جو لوگ امام بخاری کی اس ذلت کا باعث ہوئے تھے ان میں سے ہر ایک نہایت خرابی میں مبتلا ہوا۔

بالآخر جب امام بخاری بخارا سے نکلے تو سمرقند والوں نے اس خبر کو سن کر نامہ و پیام کیا اور امام ممدوح کو آنے کی دعوت دی۔ سمرقند کے قصد سے جب روانہ ہوئے اور خرتنگ پہنچے تو معلوم ہوا کہ سمرقند کے لوگ کچھ مخالف ہیں۔ آخر بہ مجبوری خرتنگ میں قیام کیا اور اس کے منتظر رہے کہ سمرقند کے اختلاف کا کیا انجام ہوتا ہے لیکن اس مسافرت کی حالت میں اس طرح کے اختلافات سے بہت کچھ صدمے اٹھانا پڑے اور چونکہ وقت آ گیا تھا۔ آپ نے عالم مجبوری میں یہ دعا کی۔

اللھم ضاقت علی الارض بما رحبت فاقبضی الیک.

اے اللہ باوجود وسیع ہونے کے زمین مجھ پر تنگ ہوگئی ہے تو مجھ کو اپنے پاس بلا لے۔ اس کا انجام یہ ہوا کہ اسی ماہ میں آپ کو کچھ صدمہ پہنچا اور اسی حالت میں رات کو بعد نماز عشا 30 رمضان 256ھ میں وفات پائی۔ عید کے روز بعد نماز عید نماز جنازہ لوگوں نے پڑھی اور بعد نماز ظہر خرتنگ میں مدفون ہوئے۔

15- ابوبکر خطیب اپنی خاص سند سے عبدالواحد طراولسی سے نقل کرتے ہیں کہ وہ بیان کرتے تھے کہ پیغمبر خدا ﷺ کو خواب میں ایک جماعت صحابہ کے ہمراہ دیکھا کہ آپ کسی کا انتظار فرما رہے ہیں۔ میں نے سلام کیا میرے سلام کا جواب دیا بعد اس کے میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ آپ کس کے انتظار میں ہیں۔ فرمایا محمد بن اسماعیل کا انتظار ہے تھوڑے دنوں بعد مجھے معلوم ہوا کہ امام بخاریؒ نے رحلت فرمائی۔ تحقیق سے دریافت ہوا کہ وہی دن اور وہی تاریخ تھی جس روز میں نے خواب دیکھا تھا۔ سبحان اللہ کیا شان تھی۔

امام بخاریؒ کو جب لوگوں نے دفن کیا تو ان کی قبر سے مشک وعنبر کی خوشبو

Marfat.com

آ رہی تھی۔ ایک مدت تک یہ خوشبو رہی۔ جو لوگ زیارت کو آتے خاک بطور تبرک لے جاتے۔ یہاں تک کہ جا بجا گڑھے پڑ گئے تو اس کے گرد چوبی کٹہرہ نصب کر دیا گیا تاکہ قبر محفوظ رہے لوگوں نے گرد و پیش کٹہرہ کی مٹی میں بھی وہی خوشبو پائی ایک زمانہ تک یہ خوشبو آتی رہی۔

بخاری شریف کی عظمت

اوپر ہم نے بخاری شریف کی ترتیب و تدوین کا مختصر الفاظ میں ذکر کیا ہے۔ اِس سلسلہ میں چند باتیں اور قابل ذکر ہیں جن سے بخاری شریف کی اہمیت اور عظمت واضح ہو گی۔

1- حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں کہ حضور ﷺ کے اقوال، احکام، ہدایات اور افعال کا ذخیرہ ضیاع سے محفوظ رکھنے کے لیے فقہا و محدثین میں ترتیب و تدوین حدیث کا خیال پیدا ہوا۔ سب سے پہلے اس کام کو ربیع بن صبیح اور سعید بن عروبہ نے شروع کیا اور بہت سی احادیث فراہم و جمع کیں پھر اعلیٰ طبقہ کے محدثین نے اس جانب توجہ کی اور ان میں سب سے پہلے امام مالک نے مؤطا کو مرتب کیا جس میں صرف اہل حجاز کی احادیث کو جمع و مرتب کیا اور کتابی صورت میں لائے۔ دوسری صدی ہجری تک جمع و ترتیب کا سلسلہ اسی طرح رہا۔ پھر آئمہ اور محدثین کو یہ خیال ہوا کہ علمائے فن اور جامعین احادیث کے اقوال اور فتاوے کو حذف کر کے صرف احادیث کو راویوں کے نام کے ساتھ جمع کیا جائے چنانچہ اس سلسلہ میں مسانید کی ترتیب شروع ہوئی اور آئمہ حفاظ حدیث نے بہت سی مسانید تیار کر دیں۔

امام بخاریؒ نے مؤطا امام مالک اور مسانید کو دیکھ کر ایک جدید طرز پر احادیث کی ترتیب و تدوین کو مناسب سمجھا اور احادیث کی صحت اور متون و اسناد کی تحقیق کو ضروری خیال کیا چنانچہ جہاں تک ان کے امکان میں تھا روات احادیث اور متون احادیث کی صحت و تحقیق میں کوشش کی اور اٹھارہ سال کی محنت و مشقت سے اپنی کتاب صحیح بخاری کو مرتب کیا۔

۱۴۹۷۰۴

Marfat.com

2- محمد یوسف القریری کا بیان ہے کہ انہوں نے امام بخاریؒ کو یہ فرماتے سنا ہے کہ میں نے اپنی کتاب بخاری میں ہر حدیث کو غسل کر کے اور دو رکعت نماز نفل پڑھ کر لکھا ہے اور چھ لاکھ حدیثوں میں سے صحیح و مستند احادیث کو منتخب کر کے درج کیا ہے۔

عمر بن تکبیر کہتے ہیں امام بخاری نے میرے سامنے یہ فرمایا ہے کہ میں نے اپنی کتاب بخاری کو مسجد حرام واقعہ خانہ کعبہ میں بیٹھ کر لکھا ہے اور جب تک مجھ کو حدیث کی صحت کا پورا یقین نہیں ہو گیا اس وقت تک میں نے اس کو اپنی کتاب میں درج نہیں کیا۔

3- شیخ تقی الدین ابن الصلاح کی تحقیق یہ ہے کہ صحیح بخاری میں سات ہزار دو سو پچھتر احادیث ہیں۔ امام نووی شارح صحیح مسلم کا قول بھی یہی ہے لیکن فتح الباری شرح بخاری کے مصنف نے احادیث کی تعداد نو ہزار بیاسی بتائی ہے اور اکثر علماء نے اسی تعداد کو درست مانا ہے۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ امام بخاری نے 6 لاکھ احادیث میں سے نو ہزار حدیثیں منتخب کیں اور بخاری میں ان کو درج کیا۔

بخاری شریف کا ختم

شیخ عبداللہ بن حمرہ کہتے ہیں کہ اہل عرفان کی ایک جماعت نے مجھ سے بیان کیا کہ بخاری شریف کا ختم ہر قسم کے مصائب و آفات اور ابتلا کا دافع ہے اور جس مصیبت میں اس کو پڑھا گیا وہ دور ہو گئی ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ علماء کی ایک بڑی جماعت نے بخاری شریف کے ختم کو قضائے حاجات' دافع بلیات' کشف کربات اور شفائے امراض تسلیم کیا ہے اور تجربہ سے یہ درست بھی ثابت ہوا ہے۔

بخاری شریف کے ختم کا رواج ہر زمانہ میں رہا ہے ختم بخاری کا کوئی خاص قاعدہ مقرر نہیں ضرورت کے وقت انسان تنہا یا جماعت کے ساتھ جس طرح چاہے شروع سے آخر تک عقیدت و خلوص کے ساتھ بخاری شریف کو پڑھ لے یہی ختم بخاری

Marfat.com

کہلاتا ہے اور یہ بھی ضروری نہیں کہ ختم ایک ہی دن میں ہو۔ چند روز یا ایک مہینے میں بھی ختم کیا جا سکتا ہے اور اسی خیال سے بخاری شریف کو تیس پاروں میں تقسیم کر دیا گیا ہے تا کہ ختم میں آسانی ہو اور بخاری کی قرأت آسانی کے ساتھ ہو سکے۔

امام بخاری کی تصانیف

امام بخاری نے صحیح بخاری شریف کے سوا اور بھی چند کتابیں لکھی ہیں جن کی مختصر کیفیت ہدیہ ناظرین ہے۔

1- تاریخ کبیر: یہ گراں قدر تصنیف ابواحمد بن سلیمان اور محمد بن سہل نے روایت کیا ہے۔

2- تاریخ اوسط: یہ کتاب عبداللہ محمد بن عبداللہ بن احمد وغیرہ سے مروی ہے۔

3- تاریخ صغیر: بروایت عبداللہ محمد بن عبدالرحمان الاشقر۔

4- الادب المفرد: احمد بن محمد بن عبدالجلیل نے روایت کیا ہے۔

5- برالوالدین: والدین سے حسن سلوک کے بیان میں۔

6- رفع الیدین فی الصلوٰۃ: نماز رفع یدین کے موضوع پر۔

7- القراۃ خلف الامام: امام کے پیچھے سورہ فاتحہ پڑھنے کے موضوع پر۔

8- خلق العباد: بروایت یوسف بن ریحان۔

9- الجامع الکبیر: ابن طاہر نے اس کتاب کا ذکر اپنی تصنیف میں کیا ہے اب نایاب ہے۔

10- کتاب الصعفاء، بروایت ابوبشر بن محمد احمد اور ابوجعفر شیخ بن سعد۔

11- مسند الکبیر: نایاب ہے۔

12- تفسیر الکتاب: نایاب ہے۔

13- کتاب الہبہ: نایاب ہے۔

Marfat.com

14- کتاب الاشربہ' دارمی: محدث نے اس کتاب کا ذکر اپنی تصنیف المؤتلف والمختلف میں کیا ہے۔

15- اسامی الصحابہ: حالات صحابہ میں۔ اس کتاب کا کچھ حصہ بعض کتب میں نقل ہے۔

16- المبسوط: بعض کتابوں میں اس کا ذکر پایا جاتا ہے۔

17- کتاب الوحدان: اس کتاب میں ان صحابہ کا ذکر ہے جن میں سے صرف ایک ایک حدیث منقول ہے۔

18- کتاب العلل: نایاب ہے۔

19- کتاب الفواد: جامع ترمذی کے مناقب میں اس کا ذکر کیا گیا ہے۔

20- کتاب الکنی: ابواحمد حاکم نے اپنی ایک تصنیف میں اس کا ذکر کیا ہے۔

امام بخاری کی نسبت مشائخ کی رائے

1- قتبہ بن سعدؒ کہتے ہیں۔ میں نے جب سے ہوش سنبھالا ہے محمد بن اسماعیل بخاریؒ جیسا شخص نہیں دیکھا۔ وہ اس زمانہ میں ایسا ہے جیسے کہ حضرت عمر صحابہ کرامؓ میں تھے۔ اگر محمد بن اسماعیل صحابہ میں ہوتے تو خدا کی نشانیوں میں سے ایک نشانی ہوتے۔

2- امام احمد بن حنبل فرماتے ہیں ''خراسان نے محمد بن اسماعیل (بخاری) جیسا کوئی شخص پیدا نہیں کیا۔ امام احمد بن حنبل کے صاحبزادے عبداللہ نے امام ممدوح سے امام بخاریؒ کے حافظہ کی نسبت دریافت کیا تو امام ممدوح نے فرمایا: خراسان کے چند نوجوان ہیں جن میں محمد بن اسماعیل سب سے بڑے ہوئے ہیں۔

3- نعیم بن حماد خزاعی امام بخاری کو فقیہ الامت فرمایا کرتے تھے۔

4- بندار محمد بن بشار کہتے ہیں۔ محمد بن اسماعیل بخاری اس زمانہ کے افقہ الناس ہیں۔

Marfat.com

5- حافظ رجاء بن رجاء کہتے ہیں۔ محمد بن اسماعیل بخاری کی فضیلت محدثین کے درمیان ایسی ہے جیسی عورتوں پر مردوں کی فضیلت۔

6- حسین بن حویث کہتے ہیں ''میں نہیں جانتا کہ محمد بن اسماعیل بخاری جیسا شخص میں نے آج تک دیکھا ہو۔'' وہ صرف علم حدیث کے لیے پیدا کیے گئے ہیں۔

نیشاپور میں درس حدیث

مؤرخین کا بیان ہے کہ تکمیل تعلیم وترتیب بخاری کے بعد امام بخاری نے نیشا پور میں رہائش اختیار کی۔ درس حدیث کی ایک اور مجلس امام محمد بن یحیٰی الذہیلی کے ہاں منعقد ہوتی تھی۔ کچھ عرصہ کے بعد امام بخاری اور امام ذہیلی کے درمیان الفاظ قرآن کے مخلوق قدیم ہونے کے مسئلہ پر اختلاف رائے پیدا ہوا اور یہ اختلاف مخالفت کی حد تک پہنچ گیا۔ ایک روز احمد بن مسلمہ امام بخاری کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا امام ذہیلی قرآن کے الفاظ کے مخلوق وغیر مخلوق ہونے پر آپ سے جھگڑا کر رہے ہیں اور ہم میں ان سے بحث وگفتگو کی قدرت نہیں ہے۔ آخر اس معاملہ میں کیا کیا جائے امام بخاری نے فرمایا ''وافوض امری الی اللہ ان اللہ بصیر بالعباد ''میں اپنا معاملہ خدا کو سونپتا ہوں۔ وہ اپنے بندوں کا حال خوب جانتا ہے'' اس کے بعد امام ممدوح نے فرمایا ''اے اللہ تو خوب جانتا ہے کہ میں یہاں ریاست ومشیخت حاصل کرنے نہیں آیا ہوں۔ میں نے مخالفوں کی وجہ سے وطن جانا پسند نہیں کیا اور یہاں چلا آیا۔ اب یہ شخص (امام ذہیلی) مجھ سے حسد کرتا ہے۔ محض اس بات پر کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ پر اپنا فضل وکرم کیا ہے اس کے بعد امام ممدوح نے فرمایا ''احمد میں انشاء اللہ تعالیٰ کل یہاں سے چلا جاؤں گا تاکہ تم لوگ اس شخص (امام ذہیلی) کی باتوں سے نجات پا جاؤ۔

Marfat.com

وفات

امام محمد بن اسماعیل بخاریؒ نیشا پور سے اپنے وطن بخارا میں تشریف لے گئے اور وہاں درس حدیث شروع کیا۔ یہاں بھی جیسا کہ اوپر لکھا جا چکا ہے حاکم بخارا سے آپ کی شکر رنجی ہو گئی اور آپ بخارا سے خرتنگ واقع سمرقند میں تشریف لے گئے اور یہیں وفات پائی۔

وفات کے متعلق ایک روایت یہ ہے کہ امام بخاری نے ایک روز نماز تہجد بعد مذکورہ بالا دعا کی کہ ایک مہینہ نہ گزرا تھا کہ امام ممدوح نے انتقال فرمایا۔

انتقال کے وقت امام بخاری کی عمر 62 سال کی تھی شعرا نے آپ کی وفات پر بڑے بڑے مرثیے کہے اور وفات کی تاریخیں لکھیں۔ درج ذیل آپ کی بہترین تاریخ وفات ہے۔

ولد فی صدق وعاشق حمیداً ومات فی نور

سال وفات	شمار سن	سال پیدائش
256	60	194

Marfat.com

ابوالحسین مسلم
بن الحجاج القشیری
جامع مسلم شریف کے حالات

ابوالحسین مسلم بن الحجاج قشیری ان بلند پایہ محدثین میں سے ہیں جن کی تحقیق وتدقیق روایت حدیث تمام علمائے کرام کے نزدیک معتمد و مسلم ہے اور جن کی کتاب جامع صحیح مسلم کتاب اللہ اور صحیح بخاری کے بعد سب سے زیادہ گراں قدر اور مستند و معتمد ہے بلکہ بعض کاملان فن کے نزدیک امام مسلم اور ان کی جامع صحیح مسلم کا درجہ اس اعتبار سے بڑھا ہوا ہے کہ امام بخاری سے زیادہ امام مسلم نے روات حدیث کی صحت کی ہے اور صحیح مسلم کی ترتیب وتدوین میں انہوں نے انتہا درجہ کی احتیاط برتی ہے۔ اگر اس امر کو تسلیم نہ کیا جائے کہ بعض اعتبارات سے امام مسلم اور صحیح مسلم کا درجہ امام بخاری اور صحیح بخاری سے بڑھا ہوا ہے۔ اس میں تو کوئی شبہ ہی نہیں ہے کہ امام مسلم اور صحیح مسلم امام بخاری اور صحیح بخاری کے مساوی درجہ رکھتے ہیں' اور پھر اس امر میں تو کسی کو اختلاف ہی نہیں ہے کہ محدثین میں امام بخاری کے بعد امام مسلم جیسا محقق اور محتاط کوئی محدث نہیں ہوا اور ان کی کتاب مسلم اعتماد و استناد کے درجہ میں بخاری کے مساوی یا بخاری کے بعد کا درجہ

Marfat.com

رکھتی ہے۔

خاندان

حضرت امام مسلم عرب کے ایک مشہور خاندان قشیر سے تعلق رکھتے تھے جو خراسان کے مشہور شہر نیشاپور میں رہتا تھا۔ امام ابوالحسین مسلم بن الحجاج بن المسلم القشیری نیشاپور ہی میں پیدا ہوئے۔ آپ کی کنیت ابوالحسن تھی اور عساکر الدین لقب تھا اور بعض مؤرخ امام مسلم کا نسب یوں بیان کرتے ہیں کہ ابوالحسین مسلم بن حجاج، بن مسلم بن ورد بن کرشاد نیشاپوری۔ اور شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمتہ اللہ نسب امام مسلم میں بعض ناموں کو یوں لکھتے ہیں ابوالحسین مسلم الملقب عساکر بن الحجاج بن مسلم بن ورد بن کرشاد قشری۔ قشرائی کی نسبت بنی قشر کی طرف سے ہے جو کہ عرب کا مشہور قبیلہ ہے۔

پیدائش تربیت اور تعلیم

امام مسلم باختلاف اقوال 203ھ یا 204ھ یا 206ھ میں پیدا ہوئے۔ 55 سال کی عمر پائی اور 24 رجب 261ھ کو اتوار کے دن شام کے وقت وفات پائی اور نیشاپور میں دفن ہوئے۔

امام مسلم نے نیشاپور میں ابتدائی تعلیم پائی امام محمد بن یحییٰ ذہلی نیشاپوری اور یحییٰ بن یحییٰ نیشاپوری سے حدیث پڑھی۔ یہ اپنے زمانہ میں آئمہ حفاظ محدثین میں شمار کیے جاتے تھے۔ اطراف عالم میں طلب علم حدیث کی غرض سے سفر کیا۔ حجاز اور شام اور مصر میں ایک زمانہ تک پڑھتے رہے۔ امام احمد بن حنبل، اسحاق بن راہویہ اور عبداللہ بن مسلمہ العقبی وغیرہم سے حدیث کی سماعت کی۔ اور ان کی درس گاہوں میں تعلیم پائی۔ اکثر بغداد کا بھی سفر اسی ارادہ سے کیا چنانچہ اکثر اہل بغداد امام مسلم کے شاگرد ہوئے اور انہیں سے روایت کرتے ہیں۔ 259ھ میں آخری سفر بغداد کا ہوا۔ عبدالحکیم ترمذی بھی امام مسلم سے حدیث روایت کرتے ہیں۔

Marfat.com

امام ذہلی کے درس سے علیحدگی

جس زمانہ میں امام مسلم امام ذہیلی کے درس حدیث میں شریک تھے اسی زمانہ میں امام بخاری کا حلقہ درس بھی نیشاپور میں جاری تھا اور امام ذہیلی اور امام بخاری کے درمیان الفاظ قرآن کے مخلوق اور قدیم ہونے پر نزاع چھڑی ہوئی تھی۔ اسی نزاع کے سبب امام مسلم نے امام ذہیلی کا حلقہ درس ترک کردیا۔ جس کی تفصیل حافظ محمد بن یعقوب یوں بیان کرتے ہیں کہ جب امام بخاری نے نیشاپور میں سکونت اختیار کی تو امام مسلم بھی امام بخاری کے پاس آنے جانے لگے اور اکثر ان کی خدمت میں حاضر رہتے۔ اسی اثنا میں امام بخاری اور محمد بن یحییٰ ذہیلی کے درمیان مسئلہ خلق قرآن میں نزاع واقع ہوئی۔ ذہیلی نے لوگوں کو منع کیا کہ خبردار کوئی بخاری سے ملاقات نہ کرے۔ امام ذہیلی کا اس وقت لوگوں پر سکہ بیٹھا ہوا تھا اور وہ داعیان حفاظ محدثین میں سے تھے۔ تمام لوگوں نے اس حکم کی تعمیل کی لیکن امام مسلم اسی طرح امام بخاری کی خدمت میں جاتے رہے۔ لوگوں نے ذہیلی سے جا کر کہہ دیا کہ مسلم امام بخاری سے اسی طرح ملتے ہیں اور انہوں نے بخاری کا مذہب اختیار کرلیا ہے۔ مسلم تو ان کے شاگرد ہی تھے اور معمولاً ان کی مجلس میں حاضر رہتے تھے ایک دن امام مسلم بیٹھے تھے اور امام ذہیلی کو خبر مل ہی چکی تھی کہ بخاری سے مراسم ان کے اسی تپاک سے ہیں۔ ان کو دیکھتے ہی امام ذہیلی برافروختہ ہوگئے اور بہت کچھ امام مسلم پر غصہ وعتاب کیا اور مجلس کی طرف مخاطب ہوکر کہ جو شخص خلق لفظ قرآن کا قائل ہے اس کو میری مجلس میں حاضر رہنا حرام ہے۔ امام مسلم نے یہ سنتے ہی اپنی چادر سر پر ڈال لی اور اٹھ کھڑے ہوئے اور وہاں سے چلے آئے اور جو کچھ احادیث ان کی درس گاہ میں حاصل وفراہم کی تھیں۔ ان سب کاغذات کو ایک مزدور پر لاد کر محمد بن یحییٰ ذہیلی کے یہاں پہنچا دیا۔ یہ امر محمد بن یحییٰ ذہیلی کو اور بھی ناگوار گزرا۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ آپس میں ملاقات ترک ہوگئی۔ اپنی خاص سند سے ابن خلکان لکھتے ہیں کہ محمد بن یحییٰ ذہیلی اعیان اہل حدیث میں ہیں اور اپنے زمانہ میں صاحب درس وتدریس تھے۔ بخاری، مسلم،

Marfat.com

ابوداؤد' ترمذی' نسائی' ابن ماجہ ان کے شاگرد ہیں اور ان سے حدیث روایت کرتے ہیں کہ مسئلہ خلق الفاظ قرآنی کی وجہ سے آپس میں مخالفت ہوگئی۔ امام بخاری نے سماع حدیث محمد یحییٰ ترک کردی لیکن جس قدر ان سے سماعت حدیث کر چکے تھے اس کی ترک روایت ممکن ہی نہ تھی۔ تاہم جہاں کہیں ایسی روایت کرتے ان کے نام کی تصریح نہ کرتے اور یوں نہ کہتے کہ حدثنا محمد بن یحییٰ الذہلی "صرف حدثنا محمد کہتے اور کبھی حدثنا محمد بن عبداللہ کہتے اور کبھی ان کے باپ دادا کے ساتھ منسوب کرتے اور کبھی پردادا کے ساتھ نسبت دیتے کیونکہ احادیث' صوم' طب' جنائز اور عتق وغیرہ امام بخاری نے محمد یحییٰ ذہلی سے پڑھی تھیں۔

امام مسلم محدث کامل الفن

اشعۃ اللمعات میں لکھا ہے کہ امام مسلم ایک بڑے متبحر عالم علم حدیث کے ہیں اور اپنے زمانہ میں وہ مقتدائے اہل حدیث مان لیے گئے تھے اور مسلم الثبوت تھے۔ متقنن ارباب اہل حدیث ہیں۔ انہوں نے اپنے وطن سے اس علم شریف کی تحصیل کے لیے اطراف عالم اور اکناف واقطار ارض میں مسافرت کی۔ محمد بن مہران جمال الدین اور ابی عینان شمعی' عمر بن سواد حرملہ بن یحییٰ اور سعید بن منصور اور ابی مصعب وغیرہم سے روایت کرتے ہیں اور امام کے اکثر بڑے مشائخ وحفاظ جوان کے درجہ میں مساوی تھے امام مسلم سے روایت رکھتے ہیں مثلاً ابو حاتم رازی اور موسیٰ بن ہارون اور احمد بن سلمہ اور ابوبکر خزیمہ اور بہت سے لوگ ان کے شاگرد ہیں۔

امام بخاری اور امام مسلم کا موازنہ

ابوعمر بن احمد ابن جبیر کہتے ہیں ابوالعباس بن عقدہ سے میں نے پوچھا کہ امام بخاری اور امام مسلم میں کون اچھا ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ وہ بھی عالم ہیں اور یہ بھی عالم پھر دوبارہ میں نے یہی سوال کیا۔ انہوں نے فرمایا ہاں بخاری اکثر غلط بھی لکھ دیتے ہیں۔ ان کے اہل شام سے اکثر راوی ایسے ہیں جن کی ایک جگہ کنیت لکھی ہے اور کہیں

Marfat.com

ان کا نام لکھا ہے اور یہ خیال کیا ہے کہ یہ دو راوی ہیں لیکن امام مسلم سے ایسی غلطیاں بہت کم واقعہ ہوئی ہیں۔

خطیب بغدادی کہتے ہیں کہ امام مسلم نے بالکل امام بخاری کی پیروی کی ہے اور قدم بقدم بخاری کے مستفیدوں میں سے ہیں۔

ابو احمد شیخ حاکم نیشاپوری کہتے ہیں کہ امام مسلم نے اکثر احادیث صحیح بخاری سے لی ہیں اور اپنی کتاب میں درج کی ہیں لیکن بہت بڑی دلیری یہ کی ہے کہ امام بخاری سے روایت نہیں لکھی اور ان کی طرف اس حدیث کو منسوب نہیں کیا۔

اخلاق و عادات

امام مسلم کی صفات میں سب سے بڑی صفت یہ تھی کہ امام مسلم نے اپنی تمام عمر میں کسی کی غیبت نہیں کی اور نہ کسی کو مارا اور نہ کسی کو گالی دی۔ ابوزرعہ رازی اور ابو حاتم ان کے کمال علم اور تبحر حدیث کی وجہ سے ان کی امامت کے قائل تھے اور ان کو گروہ اہل حدیث کے پیشوا جانتے تھے۔

امام مسلم میدان تحقیق میں

امام مسلم نے اپنے مؤلفات میں داد تحقیق دی ہے اور ہر ایک چیز کو اس تبحر سے لکھا ہے کہ وہ انہیں کا حق تھا۔ جس ترتیب سے مسلم لکھی گئی وہ صحیح بخاری سے کہیں بہتر ہے جس قدر احتیاط کی ضرورت تھی اور جن پر اس کی ترتیب لازمی تھی ان سب کا لحاظ رکھا۔ حسن سیاق متون، ورع تمام تحری، لاکلام تلخیص طریق معہ الاختصار، وضبط انتشار خاص ان کا حصہ تھا غرض کہ کوئی عمدگی اور خوبی ایسی نہیں ہے جو صحیح مسلم میں پائی نہیں گئی۔

صحیح مسلم کی نسبت آئمہ حدیث کی آراء

حافظ ابو علی نیشاپوری صحیح مسلم کی نسبت لکھتے ہیں کہ صحیح مسلم کو تمام تصانیف حدیث پر ترجیح ہے اور یہ فقرہ انہیں کا ہے۔ "ماتحت اویم السماء اصح من

Marfat.com

کتاب مسلم" یعنی آسمان کے نیچے کتاب مسلم سے زیادہ صحیح کوئی کتاب نہیں ہے اور ایک جماعت اہل مغرب کی اسی قول کی مؤید ہے اور اس کے متعلق جو دلائل وہ بیان کرتے ہیں وہ یہ ہیں کہ امام مسلم نے اپنی صحیح مسلم کو ان شرائط پر لکھا ہے کہ کوئی حدیث انہوں نے اس وقت تک درج نہیں کی جب تک کہ کم سے کم دو تابعی ثقہ نے دس صحابی سے روایت نہ کی ہو۔ اور اس طرح جمیع طبقات میں تبع تابعی وغیرہ اور سوا ان کے' یہاں تک کہ وہ حدیث ان تک منتہی ہو۔ اور باوجود ان اوصاف کے محض عدالت پر دارومدار نہ تھا بلکہ شرط شہادت بھی ضروری سمجھی گئی تھی۔ اس قدر قیود اور پابندیاں امام بخاری کی صحیح بخاری میں نہیں ہیں۔ بعض مخالفین امام مسلم نے امام مسلم کی ان شرائط کو سن کر یہ اعتراض کیا تھا کہ حدیث "انما الاعمال بالنیات" ان شرائط کے خلاف ہونے کے باوجود صحیح مسلم میں موجود ہے کیوں کہ رسول اللہ ﷺ سے سوائے حضرت عمرؓ کے کسی نے روایت نہیں کی مگر علقمہ سے یہ حدیث مشہور ہوئی اور راوی اس کے کثیر ہو گئے۔ اہل مغاربہ نے اس اعتراض کا یوں جواب دیا ہے کہ امام مسلم نے اس حدیث کو بقصد تبرک اپنی کتاب مسلم میں داخل کیا ہے اور اس کے بعد چونکہ اس حدیث کی شہرت اس کثرت سے ہے کہ اب ان شرائط مذکورہ کی ضرورت نہیں ہے اور یہ حدیث ان شرائط سے قطعاً مستغنی ہے۔ غرضیکہ صحیح مسلم کو امام مسلم نے تین لاکھ اپنی سنی ہوئی حدیثوں میں سے انتخاب کر کے نہایت تورع اور احتیاط کے ساتھ لکھا اور امام مسلم کو حدیث صحیح اور سقیم کی معرفت میں سب اہل عصر سے زیادہ ملکہ تھا' چنانچہ بخاری اور مسلم کے موازنہ کے سلسلہ میں یہ کہا جاتا ہے کہ بخاری کی عبارت میں اکثر تعقید پائی جاتی ہے اور تقدم و تاخر اور حذف و اسقاط سے متون[1] میں ایک طرح کی گتھی پڑ جاتی ہے۔ گو وہ دوسری روایت سے صاف ہو جاتی ہے لیکن مسلم نے ایسے صاف الفاظ اور واضح عبارت سے متون کو بیان کیا ہے اور اس طریقہ سے اپنی صحیح مسلم کی ترتیب دی ہے کہ اصلاً نسخ و تحریف واقع نہیں رہی۔

---

1. متن کی جمع ہے۔

Marfat.com

امام مسلم کی وفات کا واقعہ

امام مسلم کے انتقال کے متعلق ایک عجیب تذکرہ نقل کیا جاتا ہے کہ ایک مرتبہ مجلس مذاکرہ میں کسی نے کوئی حدیث پوچھی اور اس وقت وہ اس کو پہچان نہ سکے۔ اپنے مکان پر آ کر اس حدیث کو ڈھونڈنے لگے اور قریب ایک ٹوکرہ خرمے کا رکھا تھا بطور شغل اس کو کھاتے جاتے تھے۔ حدیث کی تلاش میں آپ ایسے مستغرق ہوئے کہ کھاتے کھاتے ٹوکرہ خالی ہو گیا۔ حدیث جب دیکھ چکے تو ٹوکرہ خالی تھا آخر بہ کثرت تناول خرما رنگ لایا اور سخت علیل ہو گئے اسی علالت میں شب یکشنبہ 24 رجب 261ھ کو پچپن سال کی عمر میں وفات پائی اور روز دوشنبہ دفن ہوئے ابو حاتم رازی جو کہ اجلہ محدثین میں سے تھے فرماتے ہیں کہ میں نے امام مسلم کو خواب میں دیکھا ان سے پوچھا کیا حال ہے۔ فرمایا کہ خداوند کریم نے مجھ پر جنت مباح کر دی۔ جہاں میں چاہوں رہوں۔ ابو علی زاعونی سے بعد انتقال کے کسی نے خواب میں دریافت کیا کہ آپ کو کس چیز سے نجات ملی کہا اس جزو سے کہ جو میرے ہاتھ میں ہے۔ اور وہ جزو صحیح مسلم کا تھا۔

امام مسلم کے متفرق حالات

حضرت امام مسلم کی تربیت چونکہ پرہیز گار والدین کی نگرانی میں ہوئی تھی۔ اس لیے امام مسلمؒ اپنے زمانہ کے بہترین لوگوں میں ہوئے۔ منقول ہے کہ امام مسلم نے ابتدائے عمر سے آخری سانس تک کسی کو اپنی زبان سے برا نہیں کہا، کسی کی غیبت نہیں کی اور نہ کسی کو اپنے ہاتھوں سے مارا پیٹا۔ آپ کی ساری عمر پرہیز گاری و دین داری اور شمائل حدیث میں بسر ہوئی۔

2- امام ذہلی اپنے زمانہ کے مشہور محدث تھے۔ امام مسلم عرصہ دراز تک ان کے حلقہ درس واقعہ نیشاپور میں شریک اور حدیث کی تعلیم حاصل کرتے رہے پھر جب امام بخاری نیشاپور میں تشریف لائے تو امام مسلمؒ ان کے درس میں ہی شریک ہونے لگے۔

Marfat.com

انہیں ایام میں امام ذہلی اور امام بخاری کے درمیان الفاظ قرآن کے مخلوق و قدیم ہونے پر بحث چھڑی۔ امام بخاری نے اپنے درس میں بیان کیا کہ قرآن کے الفاظ مخلوق ہیں قدیم نہیں۔ امام ذہلی نے اپنے حلقہ میں اپنا یہ عقیدہ ظاہر کیا کہ الفاظ قرآن قدیم ہیں مخلوق نہیں۔

واقعہ یہ ہے کہ دوسری صدی ہجری کے آخر میں اصول دین اور عقائد میں علماء ومحدثین کے درمیان کچھ اختلاف پیدا ہوا۔ اس اختلاف کی وجہ معتزلی جماعت تھی۔ ان لوگوں نے علوم دینیہ میں عقلی نتائج سے کام لیا اور کتاب اللہ' سنت رسول اللہ اور آثار سلف کا اتباع ترک کر کے بعض ایسے عقائد کا اظہار کیا جو عام مسلمانوں کے عقائد سے مختلف اور جمہور علماء اہل حدیث کی رائے کے خلاف تھے۔ ابتدا میں یہ اختلاف بصرہ میں واقع ہوا اور پھر اس کی لہریں بغداد تک پہنچ گئیں۔

اس زمانہ میں بغداد کا حکمران مشہور عباسی خلیفہ عبداللہ المامون تھا جس نے اپنے ابتدائی دارالحکومت مرو میں باقاعدہ علوم وفنون کو حاصل کیا تھا اور اشاعت علم سے خاص ذوق رکھتا تھا۔ جب وہ بغداد میں آیا تو اس نے اہل علم کی مجالس برپا کیں اور مختلف فیہ مسائل پر آزادی سے بحث کی گئی اور دوسرے مابہ النزاع مسائل کے ساتھ صفات باری تعالیٰ کے حادث وقدیم ہونے کا مسئلہ بھی زیر بحث آیا۔ معتزلہ نے ظاہر کیا کہ خداوند تعالیٰ کی صفات نہ تو قدیم ہیں اور نہ اس کی ذات سے وابستہ اور قائم ہیں اور علماء ومحدثین کی اس جماعت نے جو کتاب اللہ وسنت رسول اللہ اور آثار سلف کی متبع تھی واضح کیا کہ خداوند تعالیٰ کی صفات قدرت' ارادہ' سمع' بصر' حیات اور کلام خدا کی ذات سے وابستہ وقائم ہیں لیکن عین ذات نہیں ہیں۔ اسی سلسلہ میں یہ مسئلہ بھی وجود میں آیا کہ قرآن قدیم ہے یا حادث ومخلوق۔ علمائے محدثین کی اس جماعت نے جو کتاب اللہ' سنت رسول اللہ اور آثار سلف کی پیرو تھی ظاہر کیا کہ قرآن مجید قدیم ہے۔ اس لیے کہ کلام خدا کی صفت اور اس کی ذات سے وابستہ ہے اور معتزلہ نے کہا کہ قرآن حادث و مخلوق ہے۔ جس طرح خدا کی اور مخلوق حادث ہے اس لیے کہ الفاظ قرآن خدا کی

Marfat.com

صفت میں شامل نہیں ہیں۔ خدا نے الفاظ واصوات قرآن کو ایسے جسم یا شکل میں پیدا کیا ہے کہ نبی ان کو سن سکے۔

یہی اختلاف برابر جاری رہا اور امام بخاری وامام ذہیلی کے درمیان اس اختلاف نے نزاع کی صورت اختیار کرلی۔ یہاں تک کہ جب امام ذہیلی نے یہ دیکھا کہ امام بخاری کے عقیدے کو بتدریج ترقی ہو رہی ہے اور عوام سے گزر کر ان کے حلقہ درس تک اس عقیدے کی لہریں پہنچ چکی ہیں تو انہوں نے حلقہ درس میں اپنے شاگردوں کو مخاطب کر کے یہ اعلان کر دیا کہ کوئی شخص امام بخاری سے نہ ملے۔ امام ذہیلی چونکہ سن رسیدہ اور اس وقت کے بلند پایہ محدث تھے اس لیے شرکاء درس نے امام بخاری کے پاس آنا جانا ترک کر دیا اور عوام میں سے وہ لوگ بھی جو ان کے عقیدت مند تھے رک گئے لیکن امام مسلم پر جو پختہ عقیدہ کے انسان تھے اور امام بخاری کے عقیدہ کو صحیح مانتے تھے امام ذہیلی کے ارشاد کا کوئی اثر نہیں ہوا۔ انہوں نے اپنے ضمیر اور عقیدہ کی خلاف ورزی نہیں کی۔ برابر امام بخاری کے پاس جاتے رہے نتیجہ یہ ہوا کہ امام ذہیلی نے یہ خبر پاکر ایک روز یہ کہا کہ جو شخص قرآن کے مخلوق ہونے کا قائل ہو اس کو میرے درس میں شریک ہونا حرام ہے۔ یہ الفاظ سن کر امام مسلمؒ حلقہ درس سے اٹھ کھڑے ہوئے۔ اپنی چادر سر پر رکھ لی اور واپس چلے آئے اور پھر کبھی امام ذہیلی کے ہاں نہیں گئے اور جو احادیث ان کے حلقہ درس سے انہوں نے جمع کی تھیں اور ان کو لکھ رکھا تھا ان سب کو ان کی خدمت میں واپس کر دیا۔

-3 مؤرخین کا بیان ہے کہ امام مسلم نے حجاز، شام مصر، رے، یمن اور بغداد کے طویل سفر کر کے مشائخ و راویان حدیث سے چار لاکھ حدیثیں جمع کیں اور ان میں سے مکررات کو علیحدہ کر کے تین لاکھ احادیث کو یکجا کیا پھر ان تین لاکھ حدیثوں کو عرصہ دراز تک صحت واعتماد واستناد کی کسوٹی پر پرکھتے رہے اور ان میں سے جو احادیث جانچ و پڑتال کے بعد ہر اعتبار سے معتمد و مستند اور صحیح ثابت ہوئیں ان کو انتخاب کر کے صحیح مسلم شریف کو ترتیب دیا یعنی تین لاکھ احادیث میں سے صرف سات ہزار حدیثیں

Marfat.com

منتخب کیں اور ان کو صحیح مسلم شریف میں درج کیا اور باقی کو چھوڑ دیا۔

4- صحیح مسلم شریف کی عظمت و بزرگی کی نسبت علماء اور محدثین کی آراء ہم اوپر لکھ چکے ہیں۔ اس سلسلہ میں اب ہم کو یہ بھی بتا دینا ہے کہ اگرچہ علماء کے نزدیک صحیح بخاری و صحیح مسلم دونوں بلند پایہ ہیں اور مساوی درجہ رکھتی ہیں لیکن دونوں میں ایک خاص فرق یہی ہے، جس کو حافظ عبدالرحمان بن علی الربیع یمنی شافعی نے اپنے ان دو شعروں میں ظاہر کیا ہے۔

ترجمہ: بخاری و مسلم کی ترجیح وفضیلت کے بارہ میں لوگوں نے میرے سامنے گفتگو کی اور یہ پوچھا کہ ان میں سے کون قابل ترجیح ہے۔ میں نے جواب دیا کہ صحت کے اعتبار سے تو بخاری فائق ہے اور ترتیب و تدوین کے اعتبار سے مسلم قابل ترجیح ہے۔

امام مسلم کی تصانیف

امام مسلم نے اپنی زندگی میں متعدد کتابیں لکھی ہیں جن کتابوں کا پتا چلا ہے یا جو اس وقت موجود ہیں ان کا مختصر الفاظ میں ذکر کیا جاتا ہے۔

1- صحیح مسلم شریف: امام مسلم کی سب سے بڑی اور سب سے بہتر کتاب ہے جس کا درجہ بقول بعض قرآن و بخاری کے بعد ہے اور بعض کے نزدیک قران کے بعد مسلم و بخاری یکساں درجہ رکھتی ہیں۔ صحیح مسلم صحاح ستہ میں بلند پایہ صحیح ہے اسلامی مقبوضات کے مدارس میں متداول ہے۔

2- مسند کبیر: صحیح مسلم کے بعد مسند کبیر معقول چیز مانی گئی ہے۔

3- کتاب الاسماء والکنی: امام بخاری نے بھی اس موضوع پر کتاب لکھی ہے لیکن امام مسلم کی یہ کتاب تحقیق کے اعتبار سے امام بخاری کی کتاب پر فائق ہے۔

4- کتاب العلل

Marfat.com

5- کتاب الوحدان
6- کتاب حدیث: عمرو بن شعب' عمرو بن شعیب کی احادیث کی بابت تحقیقات
7- کتاب مشائخ مالک: مشائخ امام مالکؒ کے حالات
8- کتاب مشائخ نوری: سفیان ثوری کے مشائخ کے حالات
9- کتاب اوہام: المحدثین کرام کے اوہام واغلاط کا ذکر ہے
10- کتاب الطبقات
11- اولادلصحابہ: کتاب سوالات احمد بن حنبل
12- کتاب افراد الشامیین: کتاب الافراد
13- مسند الصحابہ: کتاب الانتفاع باہب السباع
14- مسند امام مالک: کتاب مشائخ شعبہ وغیرہ۔

❖....❖....❖

Marfat.com

ابوداؤد

ابوداؤد سلیمان بن اشعث سجستانیؒ

جامع صحیح ابوداؤد کے حالات

صحیح ابوداؤد شریف کے مؤلف ابوداؤدؒ امام بخاریؒ و مسلمؒ کے بعد بلند پایہ محدث ہیں انہوں نے مشکلات حدیث غوامض سیر و تاریخ اور روات احادیث کی تحقیق میں انتہا درجہ کی محنت کی ہے اور حدیث کی تمام مشکلات پر قابو حاصل کر کے اپنی صحیح کو مرتب کیا ہے امام حربی جیسے محقق عالم کہتے ہیں کہ

> جب ابوداؤد نے کتاب سنن کو تالیف کیا تو مشکلات حدیث ان پر اس طرح آسان و نرم ہو گئیں جس طرح داؤد علیہ السلام پر لوہے کی سختی نرم ہو گئی ہے۔

ولادت و تعلیم

مؤرخین کا بیان ہے کہ ابوداؤد 202ھ میں سیستان میں پیدا ہوئے اور ان کا بچپن نیشاپور ہی میں گزرا اور نیشاپور ہی میں ابتدائی تعلیم حاصل کی۔ یاقوت حموی نے

Marfat.com

لکھا ہے کہ ابوداؤد مشہور محدث اسحاق بن راہویہ کے لڑکوں کے ساتھ مکتب میں پڑھنے جایا کرتے تھے اور ابتدائی تعلیم انہوں نے نیشاپور ہی میں حاصل کی تھی۔

ابوداؤد کے وطن سجستان کے متعلق مؤرخین میں بڑا اختلاف ہے بعض کہتے ہیں کہ سجستان یا سجستانہ بصرہ کے قریب ایک گاؤں تھا جہاں ابوداؤد پیدا ہوئے تھے اور بعض کا بیان ہے کہ سجستان سندھ اور ہرات کے درمیان اور قندھار و چشت کے قریب ایک شہر تھا۔ جہاں ابوداؤد کے آباء واجداد رہتے تھے۔ صحیح روایت یہ ہے کہ سجستان اصل میں سیستان کا معرب ہے اور سیستان عراق عجم کا ایک مشہور صوبہ ہے اور اس کی تائید اس واقعہ سے ہوتی ہے کہ ابوداؤد نے ابتدائی تعلیم نیشاپور میں حاصل کی تھی جو سیستان کے قریب واقع ہے۔

بعض مؤرخین نے ابوداؤد کا سلسلہ نسب بیان کرتے ہوئے سلیمان بن اشعث کی جگہ سلیمان بن اشعب اور بعض نے اشغت لکھا ہے لیکن صحیح اشعث ہے۔

ابوداؤد کی نسبت اکابر علماء ومحدثین کی رائیں

ابوداؤد علمائے کرام اور حفاظ میں جو بلند پایہ رکھتے ہیں اور ان کے علم وفضل کی نسبت اس زمانہ کے علماء ومحدثین کی جو رائے ہے وہ یہاں درج کی جاتی ہے۔

1- ابواسحاق شیرازی اپنی کتاب طبقات میں لکھتے ہیں کہ ابوداؤد امام احمد بن حنبل کے پیرو اور ان کے متبعین کے حلقہ میں شامل تھے اور بعض شوافع کا خیال یہ ہے کہ ابوداؤد امام شافعی کے مقلد تھے۔ بہر نوع ان میں سے کسی امام کے مقلد کیوں نہ ہوں ان کے متعلق علما کی عام رائے نہایت وزنی تھی چنانچہ امام یافعی ان کی نسبت لکھتے ہیں۔

"ابوداؤد حدیث کے امام ہیں۔ فقہ کے سردار ہیں اور ان میں پورا دبدبہ حرمت اور دینی صلاح وتقوی ہے اور میرے نزدیک تو وہ اپنے استاد احمد بن حنبل کے بالکل مشابہ ہیں۔

2- موسیٰ بن ہارون جو کہ ایک بزرگوار اس زمانہ کے ہیں' ابوداؤد کی نسبت

Marfat.com

کہتے ہیں کہ ابوداؤد دنیا میں خدمت کے لیے اور عقبیٰ میں بہشت کے لیے پیدا کیے گئے ہیں۔

3- ابوحاتم بن حیان فرماتے ہیں کہ ابوداؤد ہمارے زمانہ میں فقہ، علم حدیث اور زہد وتقویٰ میں ہمارا مقتدا ہے۔

تحصیل حدیث کا شوق

ابوداؤد کو ابتدائی تعلیم کی تکمیل کے بعد ہی سے سماعت حدیث کا شوق ہو گیا تھا۔ چنانچہ منقول ہے کہ وہ دس برس کی عمر میں نیشاپور کے محدث محمد بن طوسی کی خدمت میں حاضر ہوتے اور حدیث کی سماعت فرماتے اور لکھتے تھے۔

ابن خلکان کا بیان ہے کہ ابتدائے سن میں جبکہ ابوداؤد تعلیم حاصل کر رہے تھے وہ حدیث کی سماعت بھی کرتے تھے اور احادیث کو لکھا کرتے تھے۔ ایک روز اپنے استاد کے یہاں بیٹھے ہوئے سنی ہوئی حدیثیں لکھ رہے تھے۔ ایک دوسرا طالب علم آپ کے قریب آیا اور اجازت چاہی کہ میں بھی آپ کی دوات سے لکھوں۔ آپ نے فرمایا کہ جو شخص اپنے دوست یا برادر دینی کے مال کو تصرف میں لانے کی عادت کرے اور ہمیشہ اپنے دوستوں کا مال اجازت سے لیا کرے تو اس صاحب مال کو از روئے حشمت کے چاہیے کہ اس مال سے اس کو محروم نہ رکھے۔

حصول احادیث کے لیے سفر

علوم متداولہ کی تحصیل کے بعد ابوداؤد نے حدیث کی فراہمی اور مشائخ حدیث سے سماعت واملا کے لیے سفر اختیار کیا۔ خراسان، بصرہ، کوفہ، شام، مصر اور جزیرہ بلاد اسلامیہ میں عرصہ دراز تک پھرتے اور حدیث کو جمع وفراہم کرتے رہے اور ان مقامات کے بہت سے علماء ومشائخ حدیث سے احادیث سنیں اور لکھیں۔

ابوداؤد نے اپنی تکمیل علم کے لیے بار بار بغداد کا بھی سفر کیا۔ آخر کو بالاستقلال بصرہ میں سکونت اختیار کی اور فنون وعلوم میں عموماً اور فن حدیث میں خصوصاً

Marfat.com

اپنے ہم عصروں میں ممتاز ہوئے۔ آپ کی دانش وفضل کا شہرہ تمام بلاد عالم میں پھیل گیا اور دنیا والوں کی نگاہیں وقعت کے ساتھ پڑنے لگیں۔

سنن ابی داؤد کی تصنیف

بصرہ میں اقامت اختیار کر کے ابوداؤد نے سنن ابوداؤد کی ترتیب وتدوین شروع کی۔ جب انہوں نے کتاب سنن تیار کر لی تو اس کو اپنے استاد امام احمد بن حنبل کے سامنے پیش کیا۔ امام احمد کو بہت پسند آئی اور بے حد تعریف کی خود ابوداؤد سے منقول ہے کہ اس سنن کی تصنیف کے وقت پانچ لاکھ حدیثیں میرے پاس موجود ہیں۔ جن میں سے اکثر صحیح یا حسن ہیں۔

مسلمان کے لیے صرف چار حدیثیں کافی ہیں

ابوداؤد فرماتے ہیں کہ تمام حدیث میں سے انسان کو امور دینیہ میں صرف چار حدیثیں کافی ہیں۔ انما لاعمال بالنیات یعنی انسان کا کوئی عمل بغیر نیت خالص کے مقبول نہیں ہوتا۔ دوسری حدیث من حسن لا سلام المرء ترکه ما لا یعنیه. یعنی جو چیز اسلام کی نیکی پر دلالت کرے وہ امر ہے کہ جو چیز مفید نہیں ہے وہ ترک کرے۔ تیسری حدیث یہ ہے۔ ''لایکون المومن مومنا حتی یرضی لاخیه ما یرضی لنفسه ۔ یعنی اس وقت تک مومن ایمان دار نہیں ہو سکتا جب تک کہ اپنے برادر دینی کے ساتھ وہ سلوک نہ کرے جو کہ اپنے لیے چاہتا ہو۔ چوتھی حدیث الحلال بین والحرام بین و منهما مشتبهات فمن اتقیٰ الشبهات استبرلدینه ومرضه. اور بعضوں نے اس حدیث کو یوں لکھا ہے۔ حلال بین وحرام بین و الشبهات بین ذالک من ترک اشبهات نجی من محرمات و من اخذ باالشبهات ارتکب المحرمات فهلک من حیث لا یعلم. یعنی بعض چیزیں ظاہری طور پر حلال ہیں اور بعض حرام اور ان کے درمیان میں اشیا مشتبہ ہیں۔ پس جو شخص مشتبہ اشیا سے بچا اس نے گویا خلاصی پائی اور جو اس میں مبتلا ہوا اس نے تمام

Marfat.com

محرمات کا ارتکاب کیا۔

شاہ عبدالعزیز صاحب بستان المحدثین میں فرماتے ہیں کہ کفایت فی امور الدین کے معنی یہ ہیں کہ بعد معرفت کلیات شریعت اور مسائل مشہورہ کے جزی ہیں اس بات کی حاجت نہیں باقی رہتی۔ کہ وہ کسی مجتہد یا استاد سے اس کو دریافت کرے اس واسطے کہ عبادت کی تصحیح حدیث اول سے ہوتی ہے کہ جو کوئی عبادت خالص بہ نیت اللہ نہ ہو وہ عمل بے سود ہے جیسے مال فقرا کو دینا بغرض شہرت سخاوت یا نماز بغرض شہرت زہد' غرضیکہ اسی طرح پر دیگر امور۔ دوسری حدیث اس پر دلالت کرتی ہے کہ جس چیز میں کوئی فائدہ نہ ہو وہ بے سود ہے۔ حدیث سوم سے یہ امر ماخوذ ہوتا ہے کہ اپنے ہمسایہ اور دوست اور آشنا اور اقارب سے اس قسم کا معاملہ رکھنا چاہیے جو بنیادی سہل ملت کے لیے حاوی ہے۔ حدیث چہارم اس امر پر دلالت کرتی ہے کہ شبہات جو اختلاف علماء کے ذریعہ سے پیدا ہوتے ہیں ان کو دفع کرے۔ غرض کہ عبادات' ذاتیات اور معاملات بالغیر اور مشکوکات سب کو ان حدیثوں سے منتخب کیا ہے اور یہی کلیے ہیں جو ہر جگہ تعمیل کے لیے کافی ہو سکتے ہیں۔

ابوداؤد کے صاحبزادہ کی تفصیل حدیث

ابوداؤد کے صاحبزادہ کو بچپن ہی سے سماعت حدیث کا شوق تھا۔ ابوداؤد نے اس کو اپنے شیخ احمد بن صالح کے درس میں سماعت حدیث کے لیے بھیجنا چاہا لیکن شیخ کی سختی مزاج کو دیکھ کر جرأت نہ ہوئی اس واقعہ کی تفصیل یاقوت حموی نے اس طرح لکھی ہے کہ احمد بن صالح ایک محتاط اور صالح بزرگ تھے اور ان کا زہد و تقویٰ اس قدر بڑھا ہوا تھا کہ ان امرد لڑکوں کو جن کے گلگوں رخسارے خس و خاشاک سے پاک ہوں اور جن کے دلفریب چہروں پر بال کا نام ونشان نہ ہو' اپنی مجلس تدریس میں داخل نہ ہونے دیتے تھے اور اس طرح اس شخص کو جس کی نسبت ان کو یہ معلوم ہو چکا ہو یا شبہ ہو کہ وہ امرد لڑکوں اور سادہ لوحوں سے محبت رکھتا ہے' حلقہ درس میں شامل نہ ہونے دیتے تھے۔

Marfat.com

ابوداؤد کا لڑکا نوخیز تھا سادہ رخسار۔ وہ کسی طرح احمد بن صالح کے حلقہ درس میں شریک نہ ہوسکتا تھا اور ابوداؤد کی آرزو یہ تھی کہ کسی طرح ان کا لڑکا حلقۂ درس میں شریک ہوجائے۔ آخر غور و تامل کے بغیر انہوں نے یہ تدبیر کی کہ حیلہ سے کام نکالنا چاہیے۔ چنانچہ انہوں نے بالوں کو فراہم کر کے داڑھی بنائی اور لڑکے کے رخساروں پر اس طرح چپکا دی کہ سبزہ آغاز معلوم ہوا اور اس طرح دونوں باپ بیٹے احمد بن صالح کے حلقہ درس میں داخل ہو گئے عرصہ دراز تک یہ راز مخفی رہا اور لڑکا سماعت حدیث کرتا رہا۔ آخر ایک روز یہ راز کھلا اور شیخ احمد بن صالح کے ایک شاگرد نے شیخ ممدوح سے حقیقت کو ظاہر کر دیا۔ شیخ ابوداؤد کو طلب کیا اور فرمایا ''مجھ کو تم سے ایسی امید نہ تھی اور تم کو مجھ جیسے شخص سے ایسا معاملہ نہیں کرنا چاہیے تھا اور ابوداؤد نے کہا یا شیخ اس بارہ میں مجھ کو زیادہ پریشان نہ کیجئے۔ اور اس بچے پر زیادہ سختی نہ کیجئے اس نے آپ کی خدمت میں کافی فیض حاصل کیا ہے اس کو مایوس و شکستہ دل نہ فرمایئے۔ اگر آپ اس بچے کی قابلیت کا امتحان لیں گے تو مجھ کو امید ہے کہ اپنے تمام شاگردوں سے زیادہ قابل پائیں گے اور اس کے علمی تبحر پر حیران رہ جائیں گے۔ اگر آپ پسند فرمائیں تو اپنے شاگردوں اور اہل علم کو ایک جگہ جمع کر لیجئے اور اس بچہ سے مناظرہ کرایئے۔ اگر یہ بچہ مناظرہ اور مباحثہ میں فریق متقابلہ پر غالب آجائے تو آئندہ حلقہ درس میں اس کو شریک رہنے دیجئے ورنہ علیحدہ کر دیجئے شیخ احمد بن صالح نے ابوداؤد کے مشورہ کے موافق اپنے شاگردوں اور اہل علم کو جمع کیا۔ جب سب جمع ہو گئے تو ابوداؤد کے لڑکے کو اشارہ کیا کہ بحث و گفتگو شروع کرو۔ مباحثہ شروع ہو گیا اور کافی بحث و گفتگو کے بعد ابوداؤد کا لڑکا غالب آیا۔ شیخ احمد بن صالح اس کی علمی قابلیت کو دیکھ کر حیران رہ گئے اور بہت خوش ہوئے۔ بایں ہمہ اس کو حلقہ درس میں شریک ہونے کی اجازت نہ دی۔

ابوداؤد اور ان کی بابت صحیح آراء

1- حسن بن محمد رازی سے نقل کرتے ہیں کہ میں نے ایک شب کو حضور ﷺ

کو خواب میں دیکھا اور حضورﷺ کو یہ فرماتے سنا۔

''جو شخص سنن (احادیث) پر تمسک کرنا چاہتا ہو اس کو چاہیے کہ سنن ابوداؤد کو پڑھے۔''

2- یحییٰ بن زکریا ساجی سے روایت کرتے ہیں کہ ''اصل اسلام کتاب اللہ ہے اور ستون اسلام سنن ابی داؤد ہے۔''

3- ابن اعرابی کہتے ہیں کہ جس شخص کو کتاب اللہ اور سنن ابوداؤد پر عبور حاصل ہو جائے وہ اس کے لیے دین کا کافی سرمایہ ہے۔''

4- ابوداؤد کا قاعدہ تھا کہ وہ اپنے پیراہن یا قمیض کی ایک آستین کشادہ رکھتے تھے اور دوسری تنگ لوگوں نے پوچھا حضور اس کا سبب کیا ہے؟ آپ نے فرمایا ''چوڑی آستین کتاب وغیرہ رکھنے کے کام آتی ہے اور دوسری آستین کا بلاضرورت کشادہ رکھنا اسراف ہے۔''

ابوداؤد کے شاگرد

ابوداؤد کے بہت سے شاگرد ہیں۔ مشاہیر میں ترمذی' نسائی' ابوبکر' ابن اعرابی' لولوئی' ابن ورسہ۔ چند احادیث ابوداؤد کے استاد امام حنبل بھی ابوداؤد سے روایت کرتے ہیں۔

وفات

ابوداؤد نے 72 یا 74 سال کی عمر پائی 16 شوال 275ھ میں عباسی خلیفہ المعتضد باللہ کے عہد میں بصرہ میں انتقال کیا اور وہیں مدفون ہوئے۔

❖....❖....❖

Marfat.com

ترمذی

ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ الترمذی

جامع ترمذی کے مؤلف امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ بن سورہ بن موسیٰ بن ضحاک سلمی الصریر یوغی ترمذی محدثین کی جماعت میں بڑے پایہ کے محدث گزرے ہیں۔ جن کی بعض روایات صرف تین واسطوں سے حضورﷺ تک پہنچتی ہیں ان کو ثلاثی کہا جاتا ہے۔ یعنی تین واسطہ والی احادیث۔

ولادت اور تعلیم

امام ترمذی 209ھ میں عباسی خلیفہ عبداللہ المامون کے عہد میں مقام ترمذ یا بوغ میں پیدا ہوئے۔ بوغ ترمذ کے قریب ایک گاؤں ہے جو ترمذ سے چھ کوس کے فاصلہ پر ہے اور ترمذ ایک شہر کا نام ہے جو نہر جیجوں کے کنارہ پر واقع ہے۔ بعض لوگوں نے ترمذ کو نہر بلخ کے کنارے بتایا ہے اور ماوراء النہر کے علاقہ سے مراد اسی نہر کے اس پار کا علاقہ مراد ہے۔

ترمذ کے لفظ میں زباں دان لوگوں کے درمیان اختلاف ہے۔ بعض لوگ تا اور میم پر زبر پڑھتے ہیں اور بعض دونوں کو پیش کے ساتھ ترمذ کہتے ہیں اور بعض دونوں

Marfat.com

کے زیر سے پڑھتے ہیں اور یہی صحیح ہے۔

امام ترمذی نے ابتدائی تعلیم غالباً ترمذ میں حاصل کی اور پھر علوم متداولہ حاصل کرنے کے لیے ممالک اسلامیہ کا سفر اختیار کیا حدیث کی سماعت اور جمع کا شوق ان کو بھی ابتدائی تعلیم کے زمانہ سے تھا۔

تحصیل حدیث

علوم متداولہ کی تحصیل کے زمانہ میں امام ترمذی محدثین کے حلقہ درس میں بھی شریک ہوئے اور احادیث سن کر ان کو لکھا کرتے اور جمع کیا کرتے تھے اور تکمیل کے بعد جمع وفراہمیٔ حدیث کا کام تو انہوں نے اپنی زندگی کا مقصد اعلیٰ قرار دے لیا تھا۔

امام ترمذی نے بہت سے مشائخ حدیث اور رواۃ حدیث سے احادیث حاصل کیں۔ امام بخاری کے حلقۂ درس میں بھی شریک ہوئے اور امام مسلم' ابوداؤد اور ان کے شیوخ سے بھی احادیث کو حاصل کیا۔ اور ترمذی کے بعض شیوخ مثلاً قتیبہ بن سعید' علی بن حجر اور ابن بشار وغیرہ سے امام بخاری نے بھی احادیث روایت کیں۔

محدثین میں ترمذی کا درجہ

امام ترمذی محدثین میں بڑا درجہ رکھتے اور امام حدیث مانے گئے ہیں۔ انہوں نے احادیث کی صحت' رواۃ کی تنقید اور متن حدیث کی تحقیقات میں امام بخاری کی روش اختیار کی اور بالکل ان کے طریقوں پر کاربند ہو کر احادیث کو جمع کیا اور پھر ان کی تدوین کی۔ اسی بنا پر امام ترمذی کو لوگ امام بخاریؒ کا خلیفہ کہتے ہیں۔

زہد وتقویٰ اور خوف خدا

امام ترمذی کا زہد وتقویٰ اور خوف خدا ایسا تھا کہ اس سے زیادہ ممکن نہیں۔ خوف الٰہی میں برسوں رویا کیے اور اس قدر گریہ وزاری کی کہ نابینا ہو گئے۔ آپ کا حافظہ نہایت قوی تھا چنانچہ آپ کے حافظہ کے متعلق شاہ عبدالعزیز صاحب دہلوی نے بستان المحدثین میں نہایت صحیح روایت سے ایک حکایت لکھی ہے۔ وہ لکھتے ہیں کہ راستے

Marfat.com

میں امام ترمذی کی ایک شیخ وقت سے ملاقات ہوئی جن سے دو جزو حدیث کے پہلے ہی لکھ چکے تھے لیکن اس کو پڑھنے کا موقعہ نہیں ملا تھا۔ شیخ سے ملاقات ہوئی تو ان کو یہی موقعہ اچھا ہاتھ لگا۔ ان احادیث کو سننے کی امام ترمذی نے استدعا کی شیخ نے استدعا قبول کی اور کہا کہ وہ اجزا جو تم نے لکھے تھے ان کو نکالو۔ تم ان کو دیکھو میں پڑھتا ہوں اور تم میری قرأت سے ان اجزا کی تصحیح بھی کر لینا۔ اتفاقاً دو جزو کھو گئے تھے ترمذی نے بکمال اشتیاق دو جزو کا سادہ کاغذ نکالا تاکہ شیخ کو یہ ثابت نہ ہو کہ اس کے حکم کی تعمیل نہیں ہوئی یعنی اپنے اجزا کو مقابلہ نہیں کیا۔ ترمذی شیخ کے سامنے بدستور طلباء اجزا ہاتھ میں لے کر بیٹھ گئے اور شیخ نے پڑھنا شروع کیا شیخ کو اثنائے قرأت معلوم ہوا کہ ہاتھ میں اجزائے سفید ہیں یہ حالت دیکھتے ہی شیخ بہت ہی برہم ہوئے کہ تم مجھ سے دل لگی کرتے ہو یا حدیث پڑھتے ہو' ترمذی نے کہا کہ اے شیخ میں نے اجزائے مکتوبہ کو کھو دیا ہے لیکن احادیث یاد ہیں۔ صرف آپ سے احادیث سننے کا اشتیاق تھا شیخ نے کہا کہ اگر وہ احادیث یاد ہیں تو ان کو تم پڑھو۔ ترمذی نے تمام احادیث حفظ سنا دیں۔ شیخ کو اس امر سے نہایت تعجب ہوا اور نہایت حیرت سے کہا کہ مجھ کو یقین نہیں ہوتا کہ صرف ایک دفعہ کے سننے سے تم کو احادیث یاد ہو گئیں ضرور پہلے سے تم نے یاد کر لی ہوں گی۔ ترمذی نے کہا کہ امتحان فرما لیجئے۔ شیخ نے اور چالیس حدیثیں جو نہایت نادر الوجود تھیں پڑھیں۔ ترمذی نے ان احادیث کو فوراً پڑھ دیا اور کہیں ایک لفظ کی بھی غلطی نہیں کی۔ ایسے ایسے امتحانات ان کے حافظہ کے بہت ہوئے۔

صحیح ترمذی کی تدوین

امام ترمذی نے بصرہ' کوفہ' واسط' رے اور خراسان کا سفر کر کے اول احادیث کو فراہم کیا اور پھر احادیث کی ترتیب و تدوین میں مصروف ہوئے اور احادیث کو متون و اسناد کی کافی جانچ پڑتال کر کے کتاب کو مرتب کیا اور جامع کبیر اس کا نام رکھا جب کتاب طبع ہو گئی تو آپ نے اس کی چند نقول کرائیں اور سب سے پہلے اس کی نقل

Marfat.com

علمائے حجاز کی خدمت میں پیش کی۔ حجاز کے علماء نے کتاب کو دیکھا اور بہت پسند کیا۔ اس کے بعد آپ نے علمائے عراق کی طرف توجہ کی اور اپنی کتاب کی نقل ان کو دکھائی۔ علمائے عراق نے ان کی محنت و جانفشانی کی بہت داد دی اور کتاب کو بہت پسند کیا۔ پھر علمائے خراسان کی خدمت میں پہنچے اور اپنی کتاب ان کو دکھائی۔ علمائے خراسان نے امام ترمذی کی بہت تعریف کی اور ان کی کتاب کو رواج دینے کا ارادہ کرلیا اور یہ کہا کہ جس گھر میں امام ترمذی کی یہ کتاب ہوگی اس گھر میں گویا حضورﷺ کلام فرماتے ہوں گے۔

جامع ترمذی کی خصوصیات

جس طرح امام ترمذی اپنے وقت کے محدثین میں ایک خاص فضیلت کے مالک ہیں اسی طرح ان کی کتاب چند ایسی خصوصیات کی مالک ہے جو کسی دوسری کتاب میں نہیں پائی جاتیں۔ جامع ترمذی کی خصوصیات میں چند باتیں قابل ذکر ہیں۔

1- امام ترمذی کو جو حدیث جس صحابی سے پہنچی ہے اس صحابی کا نام اپنی کتاب میں انہوں نے اس قدر واضح طریقہ سے درج کیا ہے کہ کوئی شبہ اور التباس باقی نہ رہے اور اس سے یہ فائدہ ہوا کہ حدیث کے متواتر، مشہور اور احاد ہونے کا حال واضح ہوگیا اور کسی حدیث کے متواتر، مشہور اور احاد ہونے کا کوئی شبہ باقی نہ رہا۔

2- امام ترمذی نے جو حدیث کسی مختلف فیہ مسئلہ کے متعلق درج کی ہے اس میں علماء وفقہا اور مذاہب کے اختلاف کو بھی بیان کردیا ہے تاکہ مسئلہ کی شکل و صورت اور اس میں اختلاف کی نوعیت وغیرہ اچھی طرح ذہن نشین ہوجائے۔

3- احادیث کے راویوں کی قوت اور ضعف کو واضح الفاظ میں بیان کیا ہے۔ یعنی راوئ حدیث کی شخصیت کو واضح کرکے یہ بتایا گیا ہے کہ وہ کس درجہ کا قوی یا کمزور وضعیف ہے۔ اسی طرح متون حدیث کے الفاظ کی بھی تحقیق کی ہے۔

ترمذی کی یہ وہ خصوصیات ہیں۔ جو کتب حدیث سے کسی میں بھی نہیں پائی

Marfat.com

جاتیں اور انہیں خصوصیات نے ترمذی کے درجہ کو صحاح ستہ میں خاص درجہ عطا کیا ہے۔

چند اور باتیں

1- جامع ترمذی کے علاوہ امام ترمذی نے اور کتابیں بھی لکھی ہیں۔ افسوس ہے کہ امام ترمذی کی دوسری تصانیف کی کوئی مکمل فہرست پیش نظر نہیں ہے ورنہ ہم ان تصانیف پر بھی کچھ لکھتے۔

2- امام ترمذی کے شاگردوں کی تعداد بہت کافی ہے اور اپنے زمانہ میں چونکہ وہ ایک خاص عظمت کے مالک تھے اس لیے دور دور سے لوگ ان کی خدمت میں حاضر ہوتے اور احادیث سنا کرتے تھے۔

3- شاہ عبدالحق صاحب محدث دہلوی امام ترمذی کی نسبت لکھتے ہیں کہ ترمذی نامور علماء میں سے تھے حفاظ حدیث میں بڑا درجہ رکھتے تھے۔ اپنے زمانہ کے علمائے حق کے سردار تھے۔ ثقاوت کے معتمد علیہ تھے اور حدیث وفقہ میں ان کو ید طولیٰ حاصل تھا۔

وفات

امام ترمذی نے 17 رجب شب دوشنبہ کو 269ھ میں عباسی خلفیہ معتمد علی اللہ کے عہد میں ستر سال کی عمر میں وفات پائی۔

Marfat.com

نسائی

ابوعبدالرحمٰن احمد بن شعیب

سنن نسائی جو صحاح ستہ میں داخل ہے کے مؤلف کا پورا نام مورخین نے یہ لکھا ہے: ابوعبدالرحمٰن احمد بن علی بن شعیب بن علی بن سنان بن بحر النسائی۔ بستان المحدثین میں نسبی سلسلۂ مذکور میں کچھ اختلاف ہے اور سلسلہ نسب کو اس طرح لکھا ہے: ابوعبدالرحمٰن بن شعیب بن علی بن بحرین بن سنان بن دینار نسائی۔

نسائی شہر نساء کی طرف منسوب ہے جو خراسان میں واقع ہے عرب لوگ نسائی کو نسوی بھی کہتے ہیں۔ یعنی نساء کے ہمزہ کو واؤ سے بدل لیتے ہیں اور یہی تلفظ اصولاً درست ہے لیکن ابتدا سے چونکہ نسائی مشہور ہے اس لیے نسوی کی نسبت عوام نے قبول نہیں کی۔

ابوعبدالرحمٰن احمد بن شعیب محدثین کی جماعت میں بڑا درجہ رکھتے ہیں جس کا واضح ثبوت یہ ہے کہ ان کی کتاب کو اکثر علماء نے صحاح ستہ کے مستند ذخیرہ میں شامل کرلیا ہے۔

ولادت و تعلیم

سنن نسائی کے مؤلف احمد بن شعیب مشہور عباسی خلیفہ عبداللہ المامون کے

Marfat.com

عہد خلافت 214ھ یا 215ھ میں شہر نساء میں پیدا ہوئے بعض لوگوں نے سال پیدائش 210ھ لکھا ہے اور بعض نے 221ھ۔ آخری قول کے مطابق (اگر وہ صحیح ہے تو) آپ کی پیدائش عباسی خلیفہ معتصم باللہ کے عہد میں ہوئی۔

آپ نے ابتدائی تعلیم شہر نساء میں حاصل کی اور جب سن شعور کو پہنچے اور ابتدائی تعلیم کے مراحل طے کر لیے تو آپ نے ممالک اسلامیہ کے علماء کی خدمت میں حاضر ہو کر علوم وفنون کی تکمیل کرنی چاہی۔ چنانچہ آپ اپنے وطن سے ان شہروں کی طرف روانہ ہوئے جو اس زمانہ میں علوم وفنون کی تعلیم کا مرکز تھے۔

اکابر محدثین سے تحصیل حدیث

مؤرخین کا بیان ہے کہ آپ کا سن شریف پندرہ برس سے زیادہ نہ ہوگا کہ آپ نے بغرض تحصیل علم سفر اختیار کیا۔ اس زمانہ میں قتیبہ بن سعید بلخی مشاہیر محدثین میں گنے جاتے تھے۔ ان کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ایک برس دو ماہ انہیں کی خدمت میں حاضر رہے اور دوسرے علوم وفنون کے علاوہ حدیث کی سماعت بھی کی۔ اس کے بعد اسحاق بن راہویہ، علی بن خشرم، محمود بن غیلان، ابوداؤد سجستانی وغیرہم سے احادیث پڑھیں۔ خراسان، حجاز، عراق، جزیرہ، شام اور مصر کا سفر صرف تحصیل علم حدیث کے لیے کیا۔ وہاں شیوخ اور علمائے کبار سے تعلیم پائی اور اپنے وقت میں مقتدائے اہل علم گزرے اور آئمہ حدیث میں اپنے وقت کے امام شمار کیے گئے۔

نسائی کی نسبت علماء کی رائیں

1- ابوعلی نیشاپوری کہتے ہیں کہ چار آئمہ حدیث اشخاص کو میں نے اپنے سفر اور وطن میں دیکھا۔ ان چار میں سب سے پہلے نسائی کا نام لیا۔

2- حاکم کہتے ہیں کہ نسائی اپنے زمانہ کے فقیہہ تر علمائے فقہ میں ہیں۔ حدیث صحیح وسقیم آثار اور رجال کے سب سے زیادہ جاننے والے ہیں۔

3- ذہبی نے امام نسائی کی نسبت یہ فقرہ استعمال کیا ہے کہ ھو احفظ من

Marfat.com

مسلم و دار قطنی ،یعنی علم حدیث میں ان کی یادداشت امام مسلم اور دار قطنی سے زیادہ تھی۔ نسائی ایسا متبحر محدث ہے کہ جن لوگوں کا علمائے حدیث سے نام لیا گیا۔ ان لوگوں سے کہیں زیادہ ان کا مبلغ علم تھا۔ درحقیقت وہ اپنے علم و فضل کی نسبت سے مرتبہ میں سب سے اعلیٰ ہیں۔

4- حاکم کہتے ہیں کہ ان کا کلام فقہ و حدیث میں ایسا متبحرانہ اور محققانہ ہے کہ جس قدر تعریف کی جائے اس سے کہیں زیادہ قابل تعریف ہے۔ جن لوگوں کی نظر ان کی تصنیفات پر ہے وہ جان سکتے ہیں کہ ان کی تصانیف کس قدر معتبر اور صحیح ہیں، سنن نسائی دیکھنے سے لوگوں کی آنکھیں چندھیا جاتی ہیں۔ اس کے حسن بیان سے لوگ متحیر رہ جاتے ہیں۔

سنن نسائی کی ترتیب و تدوین

اکثر مؤرخین کا اس پر اتفاق ہے کہ ابو عبدالرحمان احمد بن شعیب نسائی نے تکمیل علوم و فنون اور فراہمیٔ حدیث کے بعد مصر میں اقامت اختیار کی اور وہیں تصنیف و تالیف کے کام میں مصروف ہوئے سب سے پہلے آپ نے سنن کبیر کے نام سے ایک کتاب تالیف کی جس میں ان تمام احادیث کو جو آپ کو مشائخ اور راویان حدیث سے دستیاب ہوئی تھیں کافی غور و خوض اور تحقیقات کے بعد جمع کیا۔ جب یہ کتاب تیار ہوگئی اور مصر کے لوگوں کے ہاتھوں میں پہنچی تو ایک امیر نے عبدالرحمٰن احمد بن شعیب نسائی سے ملاقات کر کے پوچھا کہ کیا آپ نے اس سنن کو صرف احادیث صحیحہ پر جمع کیا ہے۔ فرمایا نہیں صحیح اور حسن دونوں ہیں۔ اس رئیس نے عرض کیا کہ میں ایک ایسا رسالہ چاہتا ہوں جس میں صرف وہی حدیثیں درج ہوں جس میں کسی کو کوئی کلام نہ ہو۔ میں مستدعی ہوں کہ میرے لیے اس صفت کا ایک جداگانہ رسالہ مرتب فرما دیجئے۔ بحسب استدعا امیر عبدالرحمٰن احمد بن شعیب نسائی نے مجتبیٰ نام سے ایک دوسری کتاب تصنیف فرمائی جس کو سنن صغریٰ بھی کہتے ہیں اور مجتبیٰ بھی کہتے ہیں لیکن مشہور زیادہ مجتبیٰ ہے۔ یہی سنن

Marfat.com

مجتبیٰ جونسائی نے امیر کی فرمائش سے مرتب و مدون کی تھی آج سنن نسائی کے نام سے مشہور اور صحاح ستہ میں داخل ہے اور دینی مدارس میں متداول۔

اخلاق و عادات اور زہد و تقویٰ

امام نسائی زہد و تقویٰ میں بھی اپنے ہم عصروں میں بے مثل مانے گئے ہیں چنانچہ منقول ہے کہ ان کے اور حارث بن مسکن قاضی مصر کے درمیان کچھ مناقشہ ہوگیا تھا اس خیال سے ان کی مجلس درس و تدریس میں نسائی ظاہراً نہ آتے اور نہ بطور طلباء کے سماعت کرتے تھے بلکہ اس مکان کے کسی گوشہ میں بیٹھ جاتے جہاں سے خود نہ معلوم ہوتے مگر حارث کی آواز وہاں تک پہنچتی۔ غرض کہ جس قدر حدیثیں ان کی قرأت سے سنی ہیں جہاں کہیں ان سے روایت کرتے ہیں اس فقرہ سے بیان فرماتے ہیں۔

قرء علیه وانا اسمع یہ نہیں فرماتے حدثنا واخبرنا اور یہ کمال تورع ہے اس واسطے کہ اس زمانہ میں تعلیم کا طریقہ یہ ہی تھا کہ استاد حدیث بیان کرتا اور شاگرد سنتے اور سننے میں سب ہی لوگ شریک تھے جیسے نسائی نے سنا ویسے دوسرے شاگردوں نے بھی سنا اور اسی طرح پر دیگر شیوخ سے جن کی روایت حدثنا کے لفظ سے فرماتے ایک حکم میں ہیں لیکن احتیاط کا مقتضیٰ یہ تھا کہ جو امام نسائی نے برتا۔

آپ کا ہمیشہ یہ التزام تھا کہ آپ صوم داؤدی رکھتے یعنی ایک روز روزہ رکھتے اور ایک دن ناغہ کرتے تھے اور باوجود صوم کے کثیر الجماع تھے چار منکوحہ عورتیں آپ کے پاس تھیں۔

ابو سعید تاریخ مصر میں لکھتے ہیں کہ امام نسائی جب سے مصر میں تشریف لائے پھر وہیں رہے وہاں وہ امام وقت تھے۔ ابن خلکان لکھتے ہیں کہ مصر میں نسائی اقامت گزین ہوئے اور وہیں ان کی تصنیفات نے شہرت پائی۔

سیوطی کہتے ہیں کہ مصر میں وفاق القناویل میں مقیم تھے اور آخر مرتبہ 302ھ میں مصر سے نکلے تھے۔

Marfat.com

وفات کا افسوسناک واقعہ

ابوعبدالرحمٰن بن شعیب نسائی کی وفات کی نسبت ابن خلکان اور تاریخ یافعی اور اشعۃ اللمعات اور بستان المحدثین میں یوں لکھا ہے کہ ابو اسحاق اصفہانی سے روایت ہے کہ امام نسائی جب تصنیف مناقب مرتضوی سے فارغ ہو گئے تو یہ چاہا کہ اس کتاب کی شہرت ہو اور وہ متعصبین جو بسبب طول خلافت بنی امیہ بہک گئے اور مذہب ناصبی اختیار کر لیا ہے' ان کو راہ پر لائیں۔ جامع دمشق میں علی الاعلان بیان کرنا چاہا اور تھوڑا سا اس کتاب میں سے بھی ذکر کیا تھا کہ ایک سائل نے سوال کیا تھا کہ "آپ نے امیر المومنین حضرت معاویہ کی شان میں بھی کچھ لکھا ہے۔" آپ نے فرمایا کہ ان کے مناقب اس سے زیادہ اور کیا ہو سکتے ہیں کہ انہوں نے سراسر نجات پائی اور ان کے مناقب کہاں ہیں جو میں لکھتا اور دوسری روایت یوں بھی ہے کہ اس کلام میں اس قدر اور بھی تھا کہ امیر معاویہ کے مناقب کہاں۔ یا یہ کہا کہ معاویہ کے فضائل مجھ کو تحقیق نہیں ہوئے۔

لوگوں نے شیعہ ہونے کی ان پر تہمت لگائی اور بہت مارا۔ اس ہنگامہ میں ان کو بہت چوٹ آئی اور نیم جان ہو گئے۔

ایک روایت میں یہ ہے کہ امام نسائی کے قلب میں شدید چوٹ آئی اور سینہ پر جو ضرب پڑی اس سے سخت صدمہ پہنچا۔ غرض کہ اسی ضرب سے ان کا جام زندگی لبریز ہو گیا۔ ان کے خادم اٹھا کر گھر پر لائے اس وقت خدام کو فوراً حکم دیا کہ مجھ کو مکہ معظمہ لے چلو تا کہ میری موت مکہ کے راستہ میں ہو اور وہاں کی خاک پاک میری نجات کی شفیع ہو جائے۔ مکہ میں جا کر وفات پائی اور صفا و مروہ کے درمیان مدفون ہوئے۔ 13 صفر روز دوشنبہ کو داخل خلد بریں ہوئے اور بعضوں نے 13 شعبان 303ھ لکھا ہے۔

دار قطنی اور ابو نعیم اصفہانی سے روایت ہے کہ دمشق کی مسجد میں اس قدر پیٹے گئے کہ وہیں انتقال ہو گیا اور اس کی نوبت ہی نہیں آئی کہ وہاں سے اٹھا کر لائیں۔ بعض

Marfat.com

کہتے ہیں کہ وہ تصنیف افضلیت علی اور اہل بیت کے بارہ میں تھیں اور اکثر روایتیں اسی طور پر ہیں اور نیز دار قطنی سے روایت ہے کہ نسائی کو دمشق میں پیٹا گیا۔ جس سے انہوں نے مکہ میں وفات پائی اور بعض کا قول ہے کہ فلسطین کے شہر رملہ میں انتقال کیا۔

نسائی پر رفض کی تہمت

ابو عبدالرحمٰن احمد بن شعیب نسائی کی زندگی کا بڑا حصہ مصر میں گزرا ہے۔ وہیں انہوں نے کتب حدیث کو مدون و مرتب کیا اور سلسلہ درس جاری رکھا عام مؤرخین کا بیان یہ ہے کہ آپ شافعی المذہب تھے اور آپ کے شاگردوں میں طحاوی ابو بکر اور ابو القاسم طبرانی جیسے مشاہیر تھے۔ بایں ہمہ آپ حضرت علی کی فضیلت کے قائل تھے۔

نسائی کو حضرت علی سے کس قسم کی عقیدت تھی اور وہ ان کی فضیلت کے بارے میں کس حد تک پہنچ گئے تھے اس سلسلہ میں کوئی غیر جانبدارانہ تحقیق نہیں ہوئی لیکن قرائن سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ اس زمانہ میں مصر کے اندر چونکہ شیعت کا زور تھا اور علویوں کی سیاسی جدوجہد تمام اسلامی ممالک میں پھیلی ہوئی تھی ممکن ہے کسی داعیٔ اہل بیت نے اپنی طلاقت لسانی اور دلائل سے نسائی کو اس بات پر مجبور کر دیا ہو۔ حضرت علیؓ کی افضلیت کا مفہوم صرف یہ سمجھا جاتا تھا کہ اہل بیت کے تمام افراد اور صحابہ کی تمام جماعت میں حضرت علیؓ سب سے بہتر ہیں یعنی حضور کے بعد صرف حضرت علیؓ سب سے بہتر اور امامت و خلافت کے مستحق ہیں۔

اگر واقعہ یہی ہے کہ نسائی حضرت علیؓ کی اس افضلیت کے قائل تھے اور اسی کو واضح کرنے کے لیے انہوں نے کسی تحریک سے مناقب مرتضوی پر ایک رسالہ لکھا تھا اور بنی امیہ کی طویل حکومت نے ان کے خیال میں لوگوں کو ناصبی بنایا تھا تو بلا خوف تردید یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ مناقب مرتضوی میں انہوں نے واضح الفاظ سے نہیں تو اشارتاً و کنایتاً یہ بھی ظاہر کیا ہوگا کہ صرف حضرت علیؓ ہی خلافت کے تنہا مستحق تھے اور ان کے مقابلہ میں امیر معاویہ نہ تو کوئی فضیلت رکھتے تھے اور نہ کسی حیثیت سے مستحق امامت

Marfat.com

تھے۔ اس عقیدہ کا اظہار دمشق کی مسجد میں عام برہمی کا موجب ہوا ہوگا۔ جس کا نتیجہ وہ نکلا تھا جس کا ذکر اوپر کیا گیا ہے۔

نسائی چونکہ حضرت امام شافعی کے مقلد تھے اس لیے ان سے بظاہر ہرگز یہ توقع نہیں کی جاسکتی کہ وہ شیعت کی اس نازک حد تک پہنچ گئے ہوں گے۔ ممکن ہے کوئی ایسی اتفاقی صورت پیش آ گئی ہو جس سے مجبور ہو کر انہوں نے اپنے اس عقیدہ کا اظہار کیا ہو اور یہ بھی ممکن ہے کہ انہوں نے امامت کا مسئلہ نہ چھیڑا ہو۔ حضرت علی کے فضائل بیان کیے ہوں اور امیر معاویہ کی نسبت جو جواب سائلین کو انہوں نے دیا تھا اس سے بنی امیہ اور ان کے ہوا خواہ برہم ہو گئے ہوں اور اس حد تک نوبت پہنچی ہو جس کا ذکر تفصیل کے ساتھ اوپر کیا گیا ہے۔

سنن نسائی مستند کتاب ہے

ابو عبدالرحمٰن احمد بن شعیب نسائی کے تشیع یا حب اہل بیت کے سلسلہ میں بجا طور پر یہ کہا جاسکتا ہے کہ ان کی کتاب سنن نسائی معتبر و معتمد نہیں ہوسکتی لیکن یہ شبہ حقیقت میں کوئی وقعت نہیں رکھتا۔ جبکہ علمائے فن اور محدثین کرام نے سنن کے ایک ایک حرف پر گہری نظر ڈال کر یہ فیصلہ کر دیا ہے کہ سنن نسائی ہر قسم کے شبہات سے پاک ہے۔

اس موقعہ پر ہم مناسب سمجھتے ہیں کہ بعض تاریخی واقعات سے اس بات کو بھی بتا دیں کہ اختلاف عقیدہ موجب بدظنی و نفرت نہیں اور عقیدہ کے اختلاف سے ہر شخص کو غیر معتمد نہیں کہا جاسکتا۔

1- حضرت قتادہ محدثین میں بڑی شان کے آدمی تھے اور بایں ہمہ وہ قدری عقیدہ رکھتے تھے بڑے بڑے آئمہ حدیث نے ان سے حدیث کو حاصل کیا اور ان سے روایت حدیث کو مستند سمجھا۔ امام ذہبیؒ لکھتے ہیں کہ قدری عقیدہ رکھنے کے باوجود قتادہ کی روایت حدیث میں علماء نے ان کو معتمد مانا ہے۔

Marfat.com

2- حسن بن صالح اگرچہ خارجی تھے۔ بایں ہمہ ان کی نسبت حافظ ابونعیم محدث کا قول یہ ہے کہ میں نے آٹھ سو شیوخ سے فن حدیث حاصل کیا۔ مگر حسن بن صالح سے افضل کسی کو نہیں پایا۔

3- امام ابوسہل شیعی تھے امام ذہبی ان کی نسبت لکھتے ہیں کہ ان کے معتمد و مجتہد ہونے پر تمام علماء کا اتفاق ہے۔

4- محمد بن فضیل شیعی تھے امام احمد بن حنبل نے ان کی نسبت فرمایا ہے کہ حدیث صحیح روایت کرتے ہیں اگرچہ شیعہ ہیں۔

5- ابومعمر قدری تھے امام بخاری نے ان سے احادیث روایت کی ہیں۔

6- عبداللہ بن موسیٰ فرقہ شیعہ کے علمائے کبار میں سے تھے۔ امام بخاری نے ان سے بھی روایت کی ہے۔

7- شیخ الاسلام انصاری ایک جلیل القدر امام حدیث کی نسبت فرماتے ہیں کہ حدیث میں ثقہ ہے لیکن رافضی ہے۔

8- عبدالرزاق محدث کی نسبت حضرت یحییٰ بن معین فرماتے ہیں کہ اگر وہ مرتد بھی ہوجائیں تو ہم ان کی روایت کردہ حدیث کو ترک نہیں کریں گے۔

وجہ یہ کہ عقیدہ کے اختلاف سے معتمد محدثین کی ثقاہت اور اعتماد میں فرق نہیں آتا تھا۔

امام یافعی نسائی کی برأت میں

مذکورہ بالا بیانات اور تاریخی روایات پر تذکرہ کے بعد شاہ عبدالحق صاحب محدث دہلوی نے امام یافعی کے حوالے سے جو واقعہ لکھا ہے۔ اس کا ذکر بھی اس موقعہ پر ضروری ہے۔ جس سے امام نسائی کے اصل مقصد پر روشنی پڑتی اور تشیع سے ان کو بری کرتی ہے۔ شاہ صاحب لکھتے ہیں۔ امام یافعی کا بیان ہے کہ جب امام نسائی نے حضرت علیؓ کے فضائل و خصائص پر کتاب لکھی تو ان سے کہا گیا کہ دوسرے صحابہ کے فضائل پر

Marfat.com

بھی تو آپ لکھیں۔ امام نسائی نے اس کے جواب میں فرمایا ''میرا مقصد اس تصنیف سے حضرت علیؓ کو دوسرے صحابہ پر ترجیح دینا نہیں ہے بلکہ صرف یہ مطلب ہے کہ دمشق اور شام کے دوسرے شہروں کے بہت سے لوگ چونکہ حضرت علیؓ سے بغض رکھتے ہیں ممکن ہے میری اس کتاب سے خداوند تعالیٰ ان کو راہ راست پر لے آئے اور حضور کے جلیل القدر صحابی اور داماد سے ان کی نفرت دور ہو جائے۔ اگر امام یافعی کا یہ بیان درست ہے تو پھر امام نسائی پر تشیع کا الزام قطعاً غلط ہے۔

❖....❖....❖

Marfat.com

ابن ماجہ

ابو عبداللہ بن یزید بن ماجہ

ابوعبداللہ بن یزید بن ماجہ الربعی القزوینی ان آئمہ حدیث اور حافظان احادیث میں سے ہیں جن پر علمائے محدثین کو پورا پورا اعتماد ہے اور جن کی سنن ابن ماجہ صحاح ستہ میں شامل ہے۔

ولادت اور تعلیم

ابن ماجہؒ عباسی خلیفہ عبداللہ المامون کے عہد میں 209ھ میں عراق عجم کے مشہور شہر قزوین میں پیدا ہوئے ماجہ ان کی والدہ محترمہ کا نام تھا اور اسی نسبت سے وہ مشہور ہوئے ابتدائی تعلیم قزوین میں ہوئی اور پھر تکمیل تعلیم کے لیے ممالک اسلامیہ کا سفر اختیار کیا۔ ان کے نام کے ساتھ ربعی بھی لگا ہوا ہے جو ربیعہ قبائل کی طرف نسبت سے ہے لیکن معلوم نہیں ہوا کہ ربیعہ کے کون سے قبیلہ سے آپ کا تعلق تھا۔

تکمیل تعلیم

مؤرخین کا بیان ہے کہ ابن ماجہ نے قزوین سے نکل کر عراق بصرہ' کوفہ' بغداد'

Marfat.com

مکہ معظمہ' مدینہ منورہ' شام' مصر' واسط اور رے کا طویل سفر کیا۔ اول علمائے وقت سے علوم وفنون کی تکمیل اور علم حدیث کی طرف متوجہ ہوئے۔

تحصیل علم حدیث

ابن ماجہ عرصہ دراز تک مذکورہ بالا مقامات میں علم حدیث کی تحصیل میں مشغول رہے اور بڑے بڑے مشائخ حدیث کے حلقۂ درس میں شریک رہ کر احادیث کو حاصل کیا۔ آپ کے مشائخ اور اساتذہ میں سے جبارہ بن فعلس' ابراہیم بن المنذر' ابن نمیر' ہشام بن عمار اور ابوبکر بن شیبہ بہت مشہور ہیں اور اسی طرح آپ کے شاگردوں میں ابوجعفر محمد بن عیسیٰ' ابوبکر حامد الانہری اور ابوالحسن بن القطان بہت مشہور ہیں۔

سنن ابن ماجہ کی ترتیب وتدوین

تکمیل علوم اور تحصیل علم حدیث کے بعد ابن ماجہ نے اپنی سنن کو خاص احتیاط سے اس طرح مدون کیا کہ بتیس کتابوں پر سنن ابن ماجہ کو تقسیم کیا اور ہر کتاب میں پانچ سو باب رکھے اور ہر ایک کے مناسب احادیث جمع کیں اس طرح یہ کتاب چار ہزار احادیث سے مرتب کی گئی۔

ابن ماجہ کے متعلق علماء کی رائیں

سنن ابن ماجہ کو مکمل کر کے ابن ماجہ ابوزرعہ مشہور محدث کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اپنی کتاب ملاحظہ کے لیے پیش کی۔ ابوزرعہ نے غور سے کتاب کو دیکھا اور فرمایا ''یہ کتاب لوگوں کے ہاتھوں میں پہنچے گی تو وہ اکثر کتب حدیث سے بے نیاز ہو جائیں گے'' ایک اور موقعہ پر حافظ ابوزرعہ نے فرمایا کہ میں اس امر کی شہادت دیتا ہوں کہ یہ کتاب ابن ماجہ اپنی صحت میں بے نظیر ہے اور ظن غالب یہ ہے کہ اس کتاب کی احادیث میں سے جن حدیثوں میں اسناد کا خلل ہے یا جن احادیث کی نسبت موضوع ہونے کا اتہام لگایا گیا ہے۔ ان کا شمار تیس سے زیادہ نہیں ہے۔ شاہ عبدالحق صاحب محدث دہلوی فرماتے ہیں کہ ابن ماجہ پیشوایان حفاظ حدیث ہیں' نہایت ثقہ اور معتمد علیہ

Marfat.com

سے علماء ہیں۔

ابن ماجہ اور موطا امام مالک

محدثین وعلماء کی ایک بڑی جماعت نے سنن ابن ماجہ کو صحاح ستہ میں داخل کیا لیکن علماء کی ایک جماعت ایسی بھی ہے جو سنن ابن ماجہ کو صحاح ستہ میں شامل نہیں کرتی بلکہ امام مالک کی کتاب موطا کو صحاح ستہ میں شامل سمجھتی ہے۔ اس اختلاف کی وجہ غالباً یہ ہے کہ ابن ماجہ میں چند موضوع احادیث بھی پائی جاتی ہیں۔ خصوصاً وہ احادیث جو شہر قزوین کی فضیلت میں ہیں اور ان موضوعات کے سبب ابن ماجہ کو ساقط الاعتبار قرار دے دیا گیا ہے۔

ابن ماجہ کی دیانت اور فضیلت علمی کو دیکھتے ہوئے ابن ماجہ میں موضوع احادیث کا اندراج شبہ سے خالی نہیں ہے اور بعض علماء کا خیال یہ ہے کہ ابن ماجہ نے نہیں ان کی وفات کے بعد ان کے کسی مخالف نے ابن ماجہ میں موضوع احادیث کو درج کر دیا ہے چنانچہ شاہ عبدالحق محدث دہلوی لکھتے ہیں کہ میسرہ نام ایک شخص تھا۔ جس نے قزوین کی فضیلت میں حدیثیں بنائی تھیں ممکن ہے اس نے ان موضوعات کو ابن ماجہ میں درج کر دیا ہو۔

وفات

ابن ماجہ نے پیر کے دن 22 رمضان المبارک کو عباسی خلیفہ المعتمد علی اللہ کے عہد میں 273ھ میں وفات پائی ان کے بھائی ابوبکر نے نماز جنازہ پڑھائی اور لڑکے عبداللہ نے دفن کیا۔

❖....❖....❖

Marfat.com

امام مالک

ابوعبداللہ مالک بن انس اصبحی الحمیری جامع موطا

امام مالک سب سے پہلے شخص ہیں جنہوں نے فن حدیث کی بنیاد رکھی اور موطا لکھ کر احادیث کی ترویج واشاعت کا اہم فرض ادا کیا ہے۔ محدثین میں آپ کا درجہ سب سے بلند ہے اور محدثین کی جماعت آپ کو امام حدیث مانتی ہے اور فقہ مالکی آپ ہی کی طرف منسوب ہے۔

خاندان

امام مالک ایک خالص عرب خاندان سے تعلق رکھتے تھے۔ قدیم وطن یمن تھا اور آپ کے آباء واجداد یمن کے شاہی خاندان حمیر کی شاخ اصبح سے تعلق رکھتے تھے اور خاندان کے مورث اعلیٰ حارث حمیری خاندان کے سردار تھے۔ آپ کے دادا ابوعامر 2 ہجری میں مدینہ منورہ تشریف لائے اور حضور ﷺ کے دست مبارک پر اسلام قبول کر کے مدینہ کو وطن بنالیا مؤرخین کا بیان تو یہ ہے کہ ابوعامر حضور کے ساتھ غزوۂ بدر کے علاوہ تمام غزوات میں شریک ہوئے لیکن محدثین نے اس کو درست تسلیم نہیں کیا اور بتایا

Marfat.com

ہے کہ ابو عامر حضور ﷺ کی زندگی میں موجود تھے لیکن شرف صحبت حاصل نہیں ہوا۔ البتہ ان کے بیٹے مالک ایک جلیل القدر تابعی ہیں اور حضرت عثمانؓ خلیفہ سوم کے عہد میں مدینہ منورہ میں آ کر سکونت اختیار کی ہے۔ یہی مالک وہ شخص ہیں۔ جنہوں نے حضرت عثمان کے قتل کے بعد حضرت عثمانؓ کو دفن کرنے کی خطرناک خدمت انجام دی تھی۔

ولادت

امام مالکؒ کے دادا مالک بن ابی عامر کے تین بیٹے تھے انس، ربیع اور ابو سہیل نافع۔ انس حضرت امام مالک کے والد تھے۔

امام مالک بنو امیہ کے خلیفہ ولید بن عبدالملک کے عہد حکومت میں 93ھ میں مدینہ کے اندر پیدا ہوئے بعض نے سن پیدائش 94ھ اور بعض نے 95ھ لکھا ہے لیکن صحیح روایت 93ھ ہی کی ہے بعض مؤرخین کا بیان یہ ہے کہ امام مالک دو یا تین برس ماں کے پیٹ میں رہے۔ لیکن یہ درست ثابت نہیں ہوتا۔ بعض اوقات عوارض کے سبب حمل کاذب سے دھوکا ہو جاتا ہے ممکن ہے اسی حالت میں امام کی والدہ محترمہ کو حقیقی حمل رہا ہو۔ اور حمل کاذب و حمل حقیقی دونوں کی مدت شمار کر لی گئی ہو۔

تعلیم و تربیت

حضرت امام مالک کے والد ماجد انسؒ چونکہ تابعی تھے اور چچا ابو سہیل نافع بھی اور پھر مدینہ میں جلیل القدر صحابہ اور تابعین کی بڑی تعداد موجود تھی اس لیے بچپن ہی سے آپ کے کانوں میں علم و عمل کی آوازیں پہنچیں اور آپ نے علم و عمل کے خزانوں میں پرورش پائی اور ابتدائی تعلیم بزرگواروں کے حلقہ علم و عمل میں حاصل کی جو یگانہ روزگار تھے۔

تربیت اور تعلیم کی یہ فضا جو حضرت امام مالکؒ کو حاصل ہوئی آج تک کسی محدث کو نصیب نہیں ہوئی وہ علم کے خزانے تھے۔ گھر بھی باہر بھی ہر جگہ علم و عمل کے چرچے تھے۔ سعادت کی راہیں کھلی ہوئی تھیں علم نبوی کے وارث اپنی برکات سے لوگوں

Marfat.com

کو فیض پہنچا رہے تھے اور طلب علم وحدیث کے لیے ہر جگہ درس گاہیں موجود تھیں۔

مؤرخین اور محدثین کا بیان ہے کہ امام مالک روز ولادت سے آخر عمر تک مدینہ میں رہے۔ کبھی مدینہ سے باہر قدم نہیں نکالا۔ مدینہ ہی میں آپ نے پرورش پائی مدینہ ہی میں تعلیم حاصل کی اور مدینہ ہی میں احادیث نبوی کو سیکھا اور پھر مدینہ ہی میں درس وافتاء کی مسند پر بیٹھ کر امام دارالہجرۃ کا لقب حاصل کیا۔

اس زمانہ میں تعلیم میں صرف تین چیزیں تھیں ابتدائی تعلیم کا نصاب صرف قرآن مجید تھا اور اس کے بعد احادیث وفقہ کی تعلیم تھی امام مالک نے قرآن مجید کو مدینہ کے امام قرأت حضرت نافع بن عبدالرحمٰن سے پڑھا اور قرأت کی سند حاصل کی اور اسی زمانہ میں حضرت نافع سے حدیث بھی سیکھنی شروع کی ممکن ہے اپنے چچا ابوسہیل سے بھی انہوں نے احادیث کو حاصل کیا ہو۔

تحصیل حدیث

قرآن مجید کی تعلیم کے بعد امام مالک نے حضرات تابعین کی اس مقتدر جماعت سے جو مدینہ میں موجود تھی حدیث وفقہ کو حاصل کیا۔ مؤرخین ومحدثین کا بیان ہے کہ امام مالک کے زمانۂ تعلیم وتربیت میں مدینہ کے اندر ہشام بن عروہ‘ قاسم بن محمد ابی بکر‘ محمد بن منکدر‘ عروہ بن زبیرؓ، عبیداللہ بن عتبہ بن مسعود‘ نافع بن عبدالرحمٰن‘ محمد بن مسلم شہاب الزہری عبداللہ بن دینار‘ سالم بن عبداللہ بن عمر‘ عامر بن عبداللہ‘ خارجہ بن زید‘ امام جعفر صادق وسعید بن مسیب‘ ابوسہل نافع بن مالکؓ، سلیمان بن یسار وغیرہ جیسے مشہور تابعین موجود تھے۔ امام مالک نے ان سب سے اور ان کے سوا اور بہت سے محدثین اور حفاظ سے حدیث وفقہ کو سیکھا۔

محدثین کہتے ہیں کہ امام مالک کے اساتذہ وشیوخ کی صحیح تعداد معلوم نہیں آپ نے مدینہ کے تقریباً تمام تابعین ومحدثین سے علم حدیث کو سیکھا اور ان سے حدیث کو روایت کیا۔ امام ممدوح کے دادا ابوعامرؓ جو رواتِ حدیث میں نہایت ثقہ تھے اور والد

Marfat.com

انس جو حدیث کے ایک مشہور راوی ہیں اور دونوں چچا ابو سہیل نافع اور ربیع جو روایت حدیث کے شیخ تھے۔ ممکن ہے امام ممدوح نے ان سے بھی حدیث کو حاصل کیا ہو۔ لیکن امام ممدوح کی کتاب مؤطا میں ان سے کوئی روایت نہیں ملتی۔

امام مالک حضرت عبداللہ نافع کی خدمت میں ان کی آخری عمر تک حاضر ہوتے رہے اور حدیث وفقہ میں انہیں سے زیادہ معلومات حاصل کیں حضرت عبداللہ نافع' حضرت عبداللہ بن عمر کے آزاد کردہ غلام تھے لیکن حدیث وفقہ میں اپنے آقا عبداللہ بن عمر کے حقیقی جانشین تھے اور اپنے زمانہ میں حدیث وروایت کے استاد وشیخ مانے جاتے تھے۔ حضرت امام مالکؒ اکثر ان کی خدمت میں حاضر ہوتے اور مسائل کی تحقیق کیا کرتے تھے۔ امام مالک کو حضرت عبداللہ بن عمر کی بیان کی ہوئی حدیث یا کسی فقہی مسئلہ میں ان کا قول اس قدر مستند نظر آتا تھا کہ جب وہ حضرت نافع یا اور کسی سے ابن عمر کی روایت یا قول سن لیتے تو پھر مزید تحقیق کو ترک کر دیتے تھے۔

امام مالک اور ان کے شیوخ

1- محمد بن مسلم شہاب الزہری' امام مالک کے شیخ ہیں۔ صحاح ستہ اور مؤطا میں ان سے بہت سی روایات حدیث درج ہیں۔ تکمیل تعلیم اور تحصیل حدیث کے بعد آپ مدینہ سے شام میں چلے گئے اور وہیں سکونت اختیار کر لی تھی۔ آپ مدینہ آئے تو طالبان حدیث کا آپ کی قیام گاہ پر اس قدر مجمع ہو جاتا کہ اس زمانہ میں کسی کے ہاں اتنا اژدہام ممکن نہ تھا۔ ایک مرتبہ آپ سے امام مالک نے پوچھا شیخ آپ شام کیوں چلے گئے۔ شیخ نے فرمایا جب تک مدینہ کے آدمی' آدمی تھے۔ میں مدینہ میں رہا اور جب لوگ بدل گئے تو میں بھی چلا گیا۔

امام محمد بن مسلم شہاب الزہری بڑے پایہ کے محدث تھے ان کے شاگردوں میں امام مالک' امام لیث مصری' امام ابوحنیفہ' امام اوزاعیؒ جیسے

Marfat.com

مشہور شیوخ حدیث ہیں لیکن ان سب میں امام مالک کا درجہ سب سے بلند ہے چنانچہ امام احمد بن حنبل کا قول ہے کہ امام زہری کے شاگردوں میں امام مالک کا درجہ سب سے بلند ہے اور یہ ایسی بات ہے جس سے مدینہ کے علماء اور مشائخ سب ہی واقف تھے اور سب امام مالک کی بے حد عزت کرتے تھے۔

2- امام جعفر صادق اہل بیت نبوی میں اس زمانہ میں سب سے بڑے شخص تھے۔ امام مالک نے آپ سے بھی حدیث کو حاصل کیا تھا اور بعض مؤرخین کے بیان سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ 148ھ میں امام جعفر صادق نے وفات کو قریب پا کر امام مالک کو اپنا جانشین مقرر کر دیا۔

3- ابو حازم سلمہ بن دینار مدینہ کے مشہور محدث و تابعی تھے مدینہ میں ان کا حلقۂ درس سب سے بڑا تھا۔ امام زہری جیسے بزرگ راوی حدیث نے آپ سے بھی چند احادیث روایت کی ہیں۔ امام مالک آپ کے حلقۂ درس میں پہنچے تو اس قدر ہجوم تھا کہ بیٹھنے کو جگہ نہ ملی۔ امام مالک واپس چلے آئے اور ایک شخص کے دریافت کرنے پر واپسی کی وجہ یہ بیان کی کہ میں نے اس امر کو پسند نہیں کیا کہ میں کھڑے کھڑے حدیث نبوی سیکھوں۔

حصول احادیث میں احتیاط

امام مالکؒ مدینہ منورہ میں پیدا ہوئے مدینہ میں پرورش و تربیت حاصل کی، مدینہ میں تعلیم پائی اور مدینہ میں ہی فقہ و حدیث کو سیکھا۔ مدینہ میں سینکڑوں راوی حدیث موجود تھے تابعین اور تبع تابعین کی بہت بڑی جماعت موجود تھی اور ہر وقت مدینہ کی فضا میں قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز گونجتی رہتی تھی لیکن امام مالک نے اخذ حدیث میں کامل احتیاط کو مدنظر رکھا تھا اور ان شیوخ حدیث کی خدمت میں زانوئے ادب تہ کیا تھا جو ہر اعتبار سے معتمد اور ثقہ تھے اور اس سلسلہ میں امام مالک کے چند اقوال درج کیے جاتے ہیں جن سے یہ واضح ہوگا کہ آپ

Marfat.com

نے اخذ حدیث میں کس قدر احتیاط سے کام لیا تھا۔

1- ایک موقعہ پر امام مالک نے فرمایا کہ مدینہ میں کتنے ہی ایسے بزرگ موجود تھے کہ اگر بارش کی دعا مانگی جاتی تو ان کی برکت سے آسمان سے پانی برس پڑتا لیکن میں نے ان سے کچھ نہیں سیکھا۔ اس لیے کہ وہ صرف متقی و زاہد تھے اور حدیث و روایت کا کام صرف زہد و اتقا سے نہیں چل سکتا۔ اس کے لیے زہد و اتقا کے ساتھ علم و فہم اور اتقان کی بھی ضرورت ہے تاکہ وہ یہ سمجھ سکے کہ اس کے منہ سے کیا نکل رہا ہے۔ زہد' اتقان و معرفت کے بغیر نافع نہیں اور نہ حجت ہے اس لیے ایسے لوگوں سے اخذ حدیث مناسب نہیں۔

2- ایک موقعہ پر امام مالک نے فرمایا یہ علم حدیث دین ہے ذرا دیکھ لو کس سے حاصل کرتے ہو میں نے ان ستونوں (مسجد حرام کے ستونوں) کے پاس ستر آدمیوں کو قال الرسول صلی اللہ علیہ وسلم قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم کہتے سنا ہے لیکن ان سے میں نے ایک حرف بھی نہیں سیکھا۔ حالانکہ ان میں سے ہر شخص اس قابل تھا کہ ایک خزانہ اس کے سپرد کیا جاتا تو اس کی ایمانداری میں ذرہ بھر فرق نہیں آتا لیکن وہ اس فن کے آدمی نہ تھے۔

3- ایک مرتبہ امام مالک نے فرمایا' میں نے اس شہر مدینہ میں بہت سے نیک لوگوں کو پایا لیکن ان سے میں نے حدیث نہیں سیکھی اس لیے کہ جو کچھ وہ کہتے تھے اس کو سمجھتے نہ تھے۔

4- ایک موقعہ پر امام مالک نے فرمایا ''مدینہ میں بعض ایسے لوگوں کا زمانہ میں نے پایا ہے جو سو اور ایک سو پانچ کی عمر کو پہنچ گئے تھے۔ میں نے ان سے حدیث نہیں سنی اس لیے کہ اس عمر کے لوگوں سے روایت حدیث نہیں لی جاتی۔ اگر کوئی ان سے یہ روایت لے تو عیب شمار کیا جائے گا۔

Marfat.com

امام مالک کا حافظہ

امام مالک کا حافظہ نہایت قوی تھا۔ اکثر مواقع پر آپ نے یہ فرمایا کہ جب کوئی چیز میرے خزانہ دماغ میں آ گئی پھر وہ باہر نہ نکلی یعنی یاد سے خارج نہ ہوئی۔ آپ کے حافظہ کی نسبت ابو قلابہ کہتے ہیں اپنے زمانہ کے سب سے بڑے حافظ تھے۔ ایک مرتبہ امام زہری کی مجلس درس میں چالیس حدیثیں بیان کی گئیں۔ دوسرے دن امام زہری نے اپنے شاگرد سے کہا کتاب لاؤ اس میں سے احادیث بیان کروں جو کل حدیثیں میں نے بیان کی تھیں اس سے تم کو کیا فائدہ پہنچا۔ شاگرد نے عرض کیا حضور اس مجلس میں ایک ایسا شخص بھی ہے جو کل کی تمام حدیثیں زبانی آپ کو سنا دے گا۔ امام زہری نے پوچھا وہ کون ہے شاگرد نے عرض کیا۔ مالک بن ابن عامر' امام مالک کو زہری نے اشارہ سے بلایا اور فرمایا۔ کل کی حدیثیں سناؤ' امام مالک نے چالیس حدیثیں سنا دیں امام زہری کو اس پر بڑا تعجب ہوا اور فرمایا ''میرا خیال تھا میرے سوا کسی کو یاد نہیں ہیں۔''

امام مالک کا حلقہ درس

امام مالک' جیسا کہ اوپر بیان کیا جا چکا ہے' حضرت ابو عبداللہ نافع حضرت عبداللہ بن عمر کے جانشین کے حلقہ درس میں زیادہ شریک رہے اور تقریباً بارہ برس تک مستقل طور پر آپ سے حدیث وفقہ کو سیکھا۔ ابو عبداللہ رافع بقیع میں رہتے تھے جو مدینہ سے باہر واقع تھا۔ ٹھیک دوپہر کو جبکہ آفتاب زمین پر آگ برساتا ہوتا تھا امام مالک مدینہ سے چلتے اور نافع کی خدمت میں حاضر ہو کر حدیث سیکھتے۔ ابو عبداللہ رافع ؒ نے 117ھ میں انتقال فرمایا اور اہل مدینہ نے امام مالک کو ان کا جانشین مقرر کیا۔ اس روایت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ امام مالک ؒ کی مجلس 117ھ میں جب کہ آپ کی عمر 25 سال کی تھی مستقل طور پر قائم ہوئی۔

امام مالک کی مجلس درس نہایت پاک وصاف اور آراستہ ہوتی تھی۔ قیمتی فرش

Marfat.com

اور قالین بچھے رہتے تھے گرمیوں کے موسم میں جا بجا پنکھے پڑے ہوتے تھے اور درس کے وقت انگیٹھیوں میں لوبان وغیرہ خوشبو کی چیزیں جلائی جاتی تھیں۔ وسط میں تخت تھا جس پر قیمتی فرش اور قالین بچھا رہتا تھا۔ جب مجلس میں تشریف لانے کا وقت ہوتا تو امام مالک اول غسل یا وضو کرتے پھر صاف وستھرا لباس زیب تن فرماتے اور پھر بالوں میں کنگھی کر کے خوشبو لگاتے اور اس شان سے مجلس درس میں تشریف لا کر تخت پر جلوہ فرما ہوتے تھے۔

مؤرخین اور محدثین کے بیانات سے ظاہر ہوتا ہے کہ امام مالک جب شہ نشین پر جلوہ فرما ہوتے تھے تو ان کی ہر ادا سے شکوہ و وقار کا اظہار ہوتا تھا اور آپ کی شوکت سے حاضرین پر سکوت طاری رہتا تھا۔ ہر شخص مؤدب بیٹھا رہتا تھا اور خاموشی کا اتنا لحاظ رکھتا تھا کہ کسی قسم کی آواز پیدا نہ ہونے دیتا تھا۔ امام شافعی کا بیان ہے کہ ہم لوگ اپنی بیاض یا کتاب کا ورق اس خوف سے نہ الٹتے تھے کہ کہیں اس کی آواز مکان میں نہ پھیل جائے۔

امام مالک دنیوی جاہ واقتدار کے مالک نہ تھے لیکن ان کی مجلس درس پر بارگاہ شاہی کا گمان ہوتا تھا۔ فتوے پوچھنے والوں کے ہجوم' طلباء کے اجتماع علماء کی جماعت کے اژدہام اور اُمراء کی حاضری کے سبب مجلس درس میں تل دھرنے کی جگہ نہ ہوتی تھی۔ دروازہ پر سواریاں انبوہ در انبوہ جمع ہوتیں تھیں بایں ہمہ کیفیت یہ تھی کہ ہر شخص پر امام مالک کا رعب طاری ہوتا تھا اور کسی کو گفتگو کی جرأت نہ ہوتی تھی اور جب آپ حدیث روایت کرتے یا مسئلہ کو سائل کے جواب میں بیان فرماتے تو امام مالک کی آواز کے سوا اتنے مجمع میں سرسراہٹ تک نہ ہوتی تھی۔

امام مالک اور ہارون رشید

عباسی خلیفہ ہارون رشید کا معمول تھا کہ وہ ایک سال حج کرتا تھا اور دوسرے سال جہاد پر جایا کرتا تھا۔ ایک مرتبہ مدینہ میں حاضر ہو کر ہارون رشید نے امام مالک سے

Marfat.com

مؤطا کی سماعت کی خواہش ظاہر کی۔ امام صاحب نے فرمایا ''کل کا دن مؤطا کی قرأت کا ہے'' ہارون رشید سمجھا امام مالک اس کے خیموں میں تشریف لاکر مؤطا سنائیں گے وہ برابر انتظار کرتا رہا اور امام ممدوح حلقہ درس میں تشریف فرما رہے۔ ہارون رشید نے دریافت کرایا تو امام مالک نے کہلا بھیجا ''لوگ علم کے پاس آتے ہیں' علم لوگوں کے پاس نہیں جاتا۔'' ہارون رشید اس جواب کو سن کر امام ممدوح کی مجلس میں حاضر ہوا اور مؤطا کو سنا۔

ہارون رشید نے اس کے بعد یہ خواہش ظاہر کی کہ جس وقت وہ سماعت کے لیے آیا کرے اس وقت عام لوگوں کو مجلس درس سے علیحدہ کر دیا جایا کرے امام مالک نے اس کے جواب میں فرمایا۔ شخصی منفعت کے لیے عام افادہ کو ضائع نہیں کیا جا سکتا۔

مؤرخین کا بیان ہے کہ ہارون رشید کا دادا ابو جعفر منصور (دوسرا عباسی خلیفہ) ایک مرتبہ حج کرنے آیا اور مدینہ میں حاضر ہو کر مسجد نبوی میں امام مالک سے شرف ملاقات حاصل کیا۔ امام مالک سے کسی مسئلہ پر اس نے گفتگو شروع کی اور گفتگو میں اس کی آواز بلند ہوگئی۔ امام مالک نے تنبیہہ کے طور پر اس سے فرمایا لا ترفعوا اصواتکم فوق صوت النبی. اپنی آوازوں کو حضور کی آواز سے بلند نہ کرو۔

امام مالک کے چند شاگردوں کا ذکر

مؤرخین ومحدثین کا بیان ہے کہ امام مالک کے شاگردوں کی تعداد تیرہ سو سے زیادہ ہے۔ ان میں سے بعض شاگرد ایسے بھی ہیں۔ جن سے پہلے خود امام مالک نے حدیث سیکھی تھی اور بعد کو ان شیوخ امام نے خود امام مالکؒ سے احادیث کو روایت کیا ہے مثلاً امام زہری' امام جعفر صادق' یحیٰ بن سعید انصاری۔ اور بہت سے ایسے ہیں جنہوں نے امام مالک کے بعد خود امامت واجتہاد کا درجہ حاصل کیا' مثلاً امام ابوحنیفہ' امام شافعی' امام سفیان ثوریؒ امام اوزاعیؒ امام محمدؒ امام ابویوسف قاضی بغداد وغیرہ۔ اور بہت سے ان میں ایسے ہیں جنہوں نے مختلف بلاد وامصار میں جا کر شیخ حدیث وفقیہہ کامل کا امتیاز حاصل کیا مثلاً یحیٰ بن سعید قطان' یحیٰ بن کبیر' زید بن اسلم' ابن ابی ذہب'

Marfat.com

خالد امام خراسان، سلیمان اعمش، عبداللہ بن مسلمہ تعنبی، ابن لہیعہ، عبدالرزاق بن ہمام، شیخ الاسلام محمد بن مبارک، قتیبہ بن سعید، سلیمان بن داؤد طیاسی، امام ابن قاسم اور بعض ان میں سے خلیفہ وقت بھی ہیں مثلاً ابو جعفر منصور دوسرا عباسی خلیفہ، مہدی تیسرا عباسی خلیفہ، موسیٰ ھادی چوتھا عباسی خلیفہ، ہارون رشید پانچواں عباسی خلیفہ، محمد امین چھٹا عباسی خلیفہ اور عبداللہ المامون ساتواں عباسی خلیفہ۔

امام مالک کا طریقہ درس

امام مالک کی مجلس اور املائے حدیث مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی دوسری جگہ نہیں ہوتی تھی۔ صبح کی نماز کے بعد امام ممدوح طلوع آفتاب تک مصلے پر اوراد و وظائف میں مشغول رہتے۔ لوگ آنا شروع ہو جاتے تو ان میں سے فہیم طلباء اور مستعد اشخاص کو اپنے قریب جگہ دیتے اور عوام کو پیچھے بٹھاتے اور جب حدیث بیان کرتے تو سکون و طمانیت کے ساتھ ایک ایک لفظ کو بتاتے اور لکھاتے تھے اور جب ایک حدیث ختم ہو جاتی تو دوسری شروع کرتے۔

امام مالک کے فتاویٰ

امام مالکؒ، امام دارالہجرۃ کے لقب سے ملقب تھے اور تمام ممالک اسلامیہ خصوصاً حجاز کے عوام و خواص مسائل اسلام و فقہ کو امام ممدوح ہی سے اکثر دریافت کیا کرتے تھے۔ امام مالک کے فقہ کی بنیاد حضور ﷺ کی حدیث پر تھی۔ اگر کوئی حدیث ان کو نہ ملتی تو پھر وہ حضرت عبداللہ بن عمر کا قول یا فتویٰ تلاش کرتے اور اس کے بعد صحابہ اور فقہائے مدینہ کے فتاویٰ پر نظر ڈالتے تھے۔

امام مالک نے عرصہ دراز تک فتویٰ دینے سے احتراز رکھا اور اپنے آپ کو اس کا اہل نہ سمجھا لیکن جب مدینہ کے شیوخ و فقہا اور علماء میں سے ستر آدمیوں نے امام مالک کو علم و فضل میں کامل پا کر ان کو فتوے کا مستحق و اہل قرار دے دیا تو امام مالک نے فتوے دینا شروع کر دیا اور پھر اس فن میں اس درجہ کمال حاصل کیا کہ جب ایام حج میں

Marfat.com

اسلامی ممالک کے مسلمانوں کا اژدہام ہوتا اور علماء وفقہا کے گروہ کے گروہ عرفات وغیرہ میں جمع ہوتے اور مسائل اسلام وفقہ کو دریافت کرنے کی عوام وخواص کی ضرورت ہوتی تو حکومت کی طرف سے یہ اعلان کر دیا جاتا کہ ان ایام میں امام مالک اور ابی ذئب (امام ممدوح کے شاگرد) کے سوا اور کوئی فتوے نہ دے اور اس پر امام مالک کی یہ حالت تھی کہ فتوے دینے میں نہ تو حکومت سے خوفزدہ تھے اور نہ عوام کی پرواہ کرتے تھے چنانچہ ایک مرتبہ امام ممدوح سے یہ پوچھا گیا کہ اگر کسی شخص کو زبردستی اس امر کو مجبور کیا جائے کہ وہ اپنی بیوی کو طلاق دے دے تو کیا ایسی طلاق واقع ہو جائے گی۔ امام مالک نے اس کا جواب یہ دیا کہ جبر واکراہ کی طلاق واقع نہ ہوگی اس فتوے کی خبر حاکم مدینہ کو پہنچی تو اس نے امام مالک سے کہا کہ وہ یہ فتوے نہ دیں لیکن امام مالک نے اس ممانعت کی پرواہ نہیں کی اور علی الاعلان اپنی رائے کا اظہار کیا اور اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ حاکم مدینہ نے آپ کو کوڑوں کو سزا دی۔

مؤرخین نے اس واقعہ کی تفصیل اور امام مالک کو کوڑوں کی سزا دیئے جانے کا واقعہ اور عنوان سے لکھا ہے۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں کہ جب 132ھ میں عباسیوں نے بنی امیہ کا خاتمہ کر کے خلافت پر قبضہ کر لیا تو پہلے عباسی خلیفہ ابو العباس سفاح نے خلافت کو بنو ہاشم میں سے صرف بنو عباس کے لیے مخصوص کر دیا اور علویوں کو خلافت کے میدان سے ہٹا دیا۔ علویوں کو یہ تخصیص ناگوار گزری اور انہوں نے خلافت حاصل کرنے کی کوششیں شروع کر دیں ابو العباس سفاح کے زمانہ میں تو علویوں نے سر نہ اٹھایا لیکن اس کے بعد ابو جعفر منصور کے عہد میں محمد بن عبداللہ بن الحسن المثنیٰ بن الحسن بن علی بن ابی طالب نے جو نفس ذکیہ کے نام سے مشہور تھے اور ان کے بھائی ابراہیم بن عبداللہ نے عباسی خلافت کے خلاف خروج کیا۔ محمد بن عبداللہ مدینہ میں تھے اور ابراہیم بن عبداللہ بصرے میں دونوں بھائیوں کے ساتھ کافی جمعیت تھی۔ ابو جعفر منصور کو محمد بن عبداللہ کی بغاوت کی خبر ملی تو اس نے اپنے چچازاد بھائی جعفر بن سلیمان کو مدینہ کا حاکم مقرر کر کے بھیجا۔

Marfat.com

اسی حاکم مدینہ جعفر کے زمانہ میں زبردستی طلاق دیئے جانے پر طلاق واقع نہ ہونے کا فتویٰ امام مالک نے دیا تھا جس کی صورت یہ ہوئی کہ جب نفس ذکیہ نے اپنی خلافت کا دعویٰ کیا اور مدینہ کے بہت لوگ ان کے ساتھ ہو گئے تو کسی نے امام مالکؒ کو نفس ذکیہ کی خلافت کا موید پا کر پوچھا۔ مدینہ کے لوگ ابو جعفر منصور کی بیعت کر چکے ہیں۔ ایسی حالت میں دوسری بیعت خلاف عہد ہوگی'' امام مالک نے جواب دیا ''ابو جعفر نے زبردستی بیعت لی ہے اور جو کام جبراً کرایا جائے شرع میں اس کا اعتبار نہیں ہے چنانچہ حدیث میں ہے کہ اگر جبراً کسی سے طلاق دلائی جائے تو وہ طلاق واقع نہ ہوگی'' حاکم مدینہ جعفر بن سلیمان نے مدینہ پہنچ کر باشندگان مدینہ سے دوبارہ ابو جعفر منصور کی خلافت پر بیعت لی اور امام مالک کو یہ کہلا بھیجا کہ وہ جبری طلاق کے عدم اعتبار کا فتویٰ نہ دیں کہ اس سے ابو جعفر کی بیعت کو لوگ ساقط الاعتبار و غیر صحیح خیال کرنے لگیں گے۔ امام مالک نے حق پرستی ترک نہ کی اور بدستور یہی فتویٰ دیتے رہے۔ جعفر بن سلیمان نے غضب ناک ہو کر حکم دیا کہ امام مالک کو ستره کوڑے مارے جائیں۔ چنانچہ امام مالک کو حکومت کے مکان میں پکڑ کر لایا گیا کپڑے اتارے گئے اور شانہ و پشت پر ستره کوڑے لگائے گئے اور پھر حکم دیا گیا کہ اونٹ پر بٹھا کر ان کی تشہیر کرو چنانچہ امام مالک کو اونٹ پر بٹھایا گیا اور گلی کوچوں بازاروں میں گشت کرایا گیا۔ امام مالک اس حال میں بھی لوگوں سے یہ کہتے چلے جاتے تھے کہ ''جو شخص مجھ کو جانتا ہے وہ تو جانتا ہی ہے اور جو نہیں جانتا وہ اب جان لے کہ میں مالک بن انس ہوں اور یہ فتویٰ دیتا ہوں کہ جبری طلاق درست نہیں ہے۔''

تشہیر کے بعد جب امام مالک کو اونٹ سے اتار دیا گیا تو آپ نے مسجد نبوی میں تشریف لا کر پشت کو خون سے صاف کیا اور پھر وضو کر کے دو رکعت نماز ادا کی اور اس کے بعد لوگوں سے فرمایا کہ حضرت سعید بن مسیّب کو جب کوڑے مارے گئے تھے تو انہوں نے بھی مسجد میں آ کر نماز پڑھی تھی۔ مؤرخین کا بیان ہے کہ ابو جعفر منصور عباسی خلیفہ کو جب اس تعزیر کی خبر ہوئی تو اس نے بہت افسوس کیا اور جعفر بن سلیمان کو معزول

Marfat.com

کر کے گدھے پر سوار کر کے بغداد بلایا اور ساتھ ہی امام مالک کی خدمت میں معذرت کا خط لکھا۔

امام مالک نے تقریباً ساٹھ برس تک فتوے کی خدمات انجام دیں۔ بیرونی یا دور دراز بلاد و امصار کے سائلوں کے جوابات بہت کم دیئے اس لیے کہ مسئلہ کی صحیح صورت اور بعد کی حالت کی اطلاع امام ممدوح کو نہ ہوتی اور امام ممدوح احتیاط و تقویٰ کی بنا پر فتویٰ دینے سے احتراز کرتے تھے۔

امام ممدوح کے فتاویٰ پر متعدد کتابیں آپ کے شاگردوں نے مرتب کیں ہیں اور بعض ان میں چھپ کر شائع ہو چکی ہیں اور مغرب کے تمام بلاد و امصار میں آپ ہی کا فقہ آج بھی مانا جاتا ہے۔

امام مالک کے فضل پر علماء و محدثین کی رائیں

امام مالک کی شخصی و علمی بزرگی اگرچہ تمام دنیا میں مسلم ہے اور کوئی ایک شخص بھی دنیائے اسلام میں ایسا نہیں جو اسلام سے محبت رکھتا ہو اور امام مالک کے فضل و کمال کا قائل نہ ہو۔ بایں ہمہ علماء و فقہا اور محدثین عصر اور بعد کے لوگوں نے امام مالک کی نسبت جو رائیں ظاہر کی ہیں ان کا اندراج اس موقع پر اس لیے ضروری ہے کہ ان سے امام ممدوح کی حقیقی عظمت کا اظہار ہوگا۔

1- یحییٰ بن معین مشہور ناقد رجال حدیث کہتے ہیں کہ امام مالکؒ حدیث میں امیر المومنین ہیں یا ولایت حدیث کے بادشاہ ہیں۔ اور ایک موقع پر فرمایا ''امام مالک مخلوق الٰہی پر اللہ کی حجت ہیں۔''

2- سفیان بن عیینہ مشہور محدث کہتے ہیں ''ہم لوگ امام مالک کے سامنے کیا چیز ہیں۔ ہم لوگ تو ان کے نقش قدم کے پیرو ہیں۔''

3- امام شافعی فرماتے ہیں ''امام مالک آسمان حدیث کے ستارہ ہیں۔''

4- عبدالرحمٰن بن مہدی کہتے ہیں ''روئے زمین پر امام مالک سے بڑھ کر

Marfat.com

حدیث نبوی کا کوئی امانت دار نہیں۔''

5- ابن نہیک مشہور محدث کا قول ہے کہ صحت حدیث میں امام مالک پر کسی کو ترجیح نہیں دے سکتا۔

6- امام احمد بن حنبل سے کسی نے پوچھا کہ اگر میں کسی کی حدیث زبانی یاد کرنا چاہوں تو کس کی حدیث یاد کروں۔ امام ممدوح نے فرمایا امام مالک کی حدیث یاد کرو۔

7- ابن ابی حازم نے ناقد حدیث دراوردی سے پوچھا امام مالک سے بڑا عالم تم نے دیکھا انہوں نے فرمایا نہیں' خدا کی قسم نہیں۔

8- ابو جعفر منصور عباسی خلیفہ نے ایام حج میں ایک مرتبہ کہا امام مالک اور سفیان ثوری کے سوا کوئی ایسا شخص نہیں جس کا ادب کیا جائے۔

اخلاق و عادات

امام مالک حضور ﷺ کی محبت میں سرشار تھے اور عبادت الٰہی میں مستغرق۔ درس و افتاء سے جتنی فرصت ملتی تلاوت قرآن مجید اور عبادت میں صرف ہوتی تھی۔ حضور ﷺ کا ادب اتنا ملحوظ خاطر رہتا تھا کہ مدینہ میں کبھی کسی سواری پر سوار ہو کر نہ نکلے۔ جب کبھی سواری لائی گئی تو آپ نے انکار فرمایا اور ظاہر کیا کہ جو زمین حضور ﷺ کے مبارک قدموں سے مشرف ہوئی ہے اس کو میں جانوروں کے قدموں سے روندنا پسند نہیں کرتا۔ حضور ﷺ سے امام مالک کی شدت محبت کا اندازہ اس سے ہوگا کہ انہاک و شغل حدیث کے سبب اکثر آپ کو حضور ﷺ کی زیارت خواب میں ہوتی تھی۔

2- امام مالک کو مدینہ سے انتہائی محبت تھی سفر حج کے سوا کبھی عمر بھر مدینہ سے باہر نہ نکلے۔ ابو جعفر منصور عباسی خلیفہ نے ایک مرتبہ تین ہزار دینار آپ کی خدمت میں بھیجے اور خواہش ظاہر کی کہ بغداد تشریف لایئے۔ آپ نے کہلا بھیجا کہ تمہارے دینار بجنسہٖ رکھے ہیں چاہو تو منگا لو میں مدینہ نہیں چھوڑ سکتا۔

Marfat.com

3- حصول تعلیم کے بعد امام مالک پر ایک زمانہ افلاس کا بھی گزرا ہے اسی زمانہ میں ایک دفعہ امام مالک اس پر مجبور ہو گئے کہ مکان کی کڑیاں نکال کر بیچ ڈالیں چنانچہ آپ نے ایسا ہی کیا۔ بعض مؤرخ کہتے ہیں کہ بعض کتب کی خریداری کے سلسلہ میں زر نقد پاس نہ ہونے کے سبب ایسا کیا گیا تھا۔ انہیں ایام میں امام مالک فرمایا کرتے تھے "اس علم میں اس وقت تک انسان کو کمال حاصل نہیں ہوتا جب تک وہ مبتلائے فقر نہ ہو اور اس حالت کو وہ زندگی کے دوسرے حالات پر ترجیح نہ دے۔

ایک زمانہ یہ تھا اور ایک زمانہ وہ آیا کہ امام مالک نے ہزاروں دینار شاگردوں اور ضرورت مندوں کی حاجت روائی پر خرچ کیے۔ چنانچہ منقول ہے کہ امام مالک ہر سال اپنے شاگرد امام شافعی کو گیارہ ہزار دینار مرحمت فرمایا کرتے تھے۔ امام شافعی اکثر حصول حدیث کے لیے مدینہ کا سفر کرتے اور امام مالک کے ہاں ٹھہرتے تھے امام ممدوح جب تک وہ رہتے ان کے لیے خود کھانا لاتے۔ خود جھوٹے برتن اور دستر خوان اٹھا کر لے جاتے۔ ان کے لیے وضو کا پانی صبح کے وقت خود لے کر آتے اور جب کبھی وہ رخصت ہوتے تو بازاروں میں ان کے ساتھ جا کر ان کی سواری کا انتظام کرتے اور زاد راہ کے طور پر ایک تھیلی نذر کرتے۔

4- جعفر بن سلیمان حاکم مدینہ کے کوڑے لگوانے کا واقعہ اوپر لکھا جا چکا ہے اس واقعہ کے بعد جب ابو جعفر منصور عباسی خلیفہ امام مالک کی خدمت میں حاضر ہوا اور تعزیر پر معذرت کرتے ہوئے یہ کہا کہ میں نے جعفر بن سلیمان کو اس جرم کی یہ سزا دی ہے کہ اس کو گدھے پر سوار کر کے بغداد لے جایا جائے تو امام ممدوح نے فرمایا انتقام کی ضرورت نہیں پیغمبر خدا ﷺ کی قرابت کی خاطر میں اس کو معاف کرتا ہوں۔

5- امام مالک انتہا درجہ کے خوددار اور ساتھ ہی انصاف پسند تھے۔ بعض لوگوں نے امام ممدوح کی خودداری پر اعتراض کیا تو فرمایا میں علم کا درجہ بڑھانا چاہتا ہوں۔ ہارون رشید نے سماعت حدیث کے لیے امام ممدوح کو بلایا تو کہلا بھیجا کہ لوگ علم کے پاس آتے ہیں علم لوگوں کے پاس نہیں جاتا۔ خلفائے عباسیہ کے حضور میں جو شخص حاضر ہوتا وہ

Marfat.com

ادب سے خلیفہ کے ہاتھوں پر بوسہ دیا کرتا تھا امام مالک نے کبھی ایسا نہیں کیا۔

انصاف پسندی کی یہ حالت تھی کہ امام ممدوح کو جس بات یا مسئلہ کی تحقیق نہ ہوتی بے تکلف یہ فرما دیتے کہ مجھ کو معلوم نہیں اور اکثر ایسا ہوتا تھا۔ امام ممدوح کے ایک شاگرد نے ایک مرتبہ عرض کیا کہ مصر کے علماء خرید وفروخت کے مسائل پر بڑا عبور رکھتے ہیں۔ امام ممدوح نے پوچھا وہ کس کے شاگرد ہیں۔ عرض کیا آپ کے۔ آپ نے فرمایا مجھ کو تو ان مسائل میں دخل نہیں۔

-6 حضرت امام مالکؒ علم کی غیر معمولی طور پر عزت کرتے تھے اور علمی شرف و بزرگی کے مقابلہ میں دنیوی جاہ و اقتدار کی پرواہ نہ کرتے تھے چنانچہ ایک مرتبہ خلیفہ ہارون نے امام مالک کے برابر بیٹھ کر سماعت حدیث کی خواہش کی۔ آپ نے رد فرما دی اور کہا کہ طلباء کے ساتھ بیٹھ جاؤ ہارون الرشید کو آپ کے ارشاد کے مطابق نیچے اتر کر بیٹھنا پڑا۔ دوسری طرف امام ابو حنیفہ کے ساتھ آپ کا طرز عمل دیکھیئے۔ ایک مرتبہ امام ابو حنیفہ عراق سے امام ممدوح کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ نے ان کی اس قدر عزت وعظمت کی کہ اپنی چادر فرش پر بچھا کر ان کو بٹھایا اور جب وہ چلے گئے تو طلباء سے فرمایا "یہ عراق کے ابو حنیفہ ہیں (جو اتنے قابل و فاضل ہیں کہ) اگر اس پتھر کے ستون کو (جو مسجد نبوی میں ہے) سونا ثابت کرنا چاہیں تو کر سکتے ہیں" امام ابو حنیفہ کی تشریف آوری کے کچھ دنوں بعد سفیان ثوری محدث آئے تو ان کی بھی تعظیم کی لیکن ابو حنیفہ سے کم اور طلباء کو مخاطب کر کے فرمایا "لوگوں کی تعظیم ان کے مراتب کے موافق کرنی چاہیے۔

-7 امام مالک انتہا درجہ کے نفاست پسند تھے۔ صاف وستھرے کپڑے استعمال کرتے اور اکثر بیش قیمت لباس پہنتے۔ خوشبو کثرت سے استعمال فرماتے تھے۔ حلقۂ درس میں خوشبو کی انگیٹھیاں روشن رہتی تھیں اور آپ کا مکان خوشبو سے معطر رہتا تھا۔

-8 حضرت امام مالکؒ اس مکان میں رہتے تھے جو عہد رسالت میں مشہور صحابی اور قاری قرآن حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کا تھا اور نشست گاہ اور مجلس درس

Marfat.com

اس مکان میں تھی جو حضرت عمرؓ کی قیام گاہ تھی۔

تصانیف

امام مالک نے متعدد کتابیں تصنیف و تالیف فرمائیں اس زمانہ میں تصنیف و تالیف کا آغاز ہو چکا تھا لیکن اس جانب علماء و محدثین کا عام رجحان نہ تھا۔ ذیل میں ہم امام ممدوح کی تصانیف کا مختصر حال لکھتے ہیں۔

1- مؤطا

دنیائے اِسلام میں قرآن مجید کے بعد دوسری اسلامی کتاب موطا ہے اور بعض علماء نے یہ کہا ہے کہ کتاب اللہ کے بعد موطا سے زیادہ صحیح و معتبر کتاب اور کوئی نہیں ہے۔ موطا کے لغوی معنی ''مطابق اور متفق'' کے ہیں۔ امام مالک کی اس کتاب کی تالیف کے بعد چونکہ علماء و فقہاء اور محدثین عصر نے اس سے کامل اتفاق کیا تھا اور صحیح مجموعہ احادیث تسلیم کیا تھا اس لیے اس کا نام موطا ہو گیا۔

موطا غالباً 131ھ کے بعد 140ھ تک کے زمانہ میں تالیف کی گئی کیونکہ ابو جعفر منصور عباسی خلیفہ جب 144ھ میں حج کرنے آیا تھا۔ اس وقت موطا مشہور اور متداول ہو چکی تھی مؤرخین کا بیان ہے کہ امام مالک نے ابتدا میں دس ہزار حدیثیں موطا میں اندراج کے لیے منتخب کی تھیں لیکن پھر مزید غور و فکر اور تحقیق کے بعد صرف 1720 حدیثیں موطا میں درج کیں اور آٹھ ہزار حدیثیں ترک کر دیں۔

موطا کی خصوصیات پر تفصیل سے بحث کرنے کا یہ موقع نہیں ہے اس لیے صرف چند الفاظ لکھنا مناسب ہوں گے۔ عام طور پر علماء و فقہاء کے طبقہ میں یہ مشہور ہے کہ خدا کی کتاب کے بعد صحیح تر کتاب بخاری ہے۔ یہ فیصلہ غلط نہیں ہے لیکن چونکہ یہ فیصلہ روایات کی کثرت مرفوعات کی زیادتی اور بخاری کے موقوفات و مراسیل سے خالی ہونے پر مبنی ہے اس لیے زیادہ مستند و مضبوط نہیں ہے۔ احادیث کے مجموعہ پر اعتماد کا مدار صرف صحت روایت' صحت جودت اسناد اور شہرت پر ہے اس لیے ان خصوصیات کو پیش

Marfat.com

نظر رکھ کر اگر موطا پر نظر ڈالی جائے تو اس کے مقابلہ میں حدیث کی کوئی ایک کتاب بھی نہیں ٹھہرتی اور اس حیثیت سے موطا امام مالک کا درجہ سب سے بڑھا ہوا ہے یہ کہ موطا میں بھی مرسل موقوف اور منقطع احادیث پائی جاتی ہیں کی نسبت غالباً صرف اتنا کہہ دینا کافی ہوگا کہ امام مالک کا وقف انقطاع اور ارسال چونکہ قرب زمانہ نبوی کے سبب اور پھر امام ممدوح کی روایت کی بنا پر ہر طرح درست صحیح ہے اس لیے اس سے موطا کی رویات ہر اعتبار سے مستند و معتمد ہیں اور بخاری نے ان روایات کی تصدیق و صحت کی ہے۔

موطا کی نسبت علماء کی رائیں

1- حضرت سفیان ثوری مشہور محدث فرماتے ہیں ''سب سے پہلے امام مالکؒ نے (اسلام) صحیح تالیف (یعنی موطا تالیف) کی۔''

2- امام شافعی فرماتے ہیں ''روئے زمین پر کتاب اللہ کے بعد موطا' امام مالک سے زیادہ صحیح اور کوئی کتاب نہیں ہے۔''

3- کشف الظنون کا مصنف لکھتا ہے ''امام مالک کی کتاب موطا سب سے پہلی کتاب ہے جو اسلام میں لکھی گئی ہے۔''

4- قاضی ابوبکر ابن عربی لکھتے ہیں ''موطا پہلی کتاب ہے جو شریعت اسلامیہ میں لکھی گئی ہے۔'' دوسری جگہ آپ نے یہ لکھا ہے کہ ''موطا اسلام کی سب سے پہلی کتاب ہے اور سب سے پچھلی بھی اس لیے کہ اس کے بعد اس کے مثل اور کوئی کتاب نہیں لکھی گئی۔''

5- امام نووی شارح صحیح مسلم لکھتے ہیں کہ ایک کتاب مجھ کو ملی ہے جو ان تمام کتابوں یعنی بخاری' مسلم' ترمذی' ابوداؤد' نسائی سے بہتر ہے اگرچہ یہ کتابیں بھی اچھی ہیں اور وہ کتاب موطا ہے۔ اس کے مؤلف امام مالک ان تمام مذکورہ بالا محدثین کے شیخ الشیوخ ہیں۔

6- شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی نے موطا امام مالک کی نسبت جو الفاظ

Marfat.com

لکھے ہیں وہ خاص نوعیت کے ہیں جن سے مؤطا امام مالک کی خاص عظمت ظاہر ہوتی ہے۔ وہ لکھتے ہیں کہ ''امام شافعی کی مشہور کتاب ''کتاب الام'' اور امام محمد شاگرد امام ابوحنیفہ کی کتاب ''کتاب الآثار'' میں جو فقاہت پائی جاتی ہے وہ مؤطا امام مالک کے صدقہ میں ہے۔''

مؤطا امام مالک کی عظمت کے سلسلہ میں ایک بات اور قابل گزارش یہ ہے کہ امام مالکؒ کی مؤطا کو بیسیوں محدثین وروات نے روایت کی ہے۔ ان میں سے ایک امام ابوحنیفہ کے نامور شاگرد حضرت امام حسن شیبانی بھی ہیں۔ انہوں نے امام مالک کی مؤطا کو ایک خاص طرز سے ترتیب دیا ہے۔ یعنی مؤطا کی ہر حدیث کے بعد حنفی فقہ کے مسائل کو درج کیا ہے اور اس حدیث سے ان کا ثبوت دیا ہے۔ پھر امام مالک کی احادیث کے سوا کچھ حدیثیں اس میں امام ابوحنیفہ کی بھی جمع کی ہیں۔ امام محمد کی یہ مؤطا چونکہ اپنی خصوصیات سے ایک نئی چیز بن گئی ہے اس لیے اس کا نام مؤطا امام مالک کی جگہ مؤطا امام محمد مشہور ہو گیا۔

2- رسالہ مالک الی الرشید

یہ ایک چھوٹا سا رسالہ ہے جو امام مالک کا عباسی خلیفہ ہارون رشید کے نام ایک خط ہے اس خط میں امام مالک نے ہارون رشید کو ہر قسم کے دینی و دنیاوی اور اخلاقی نصائح کیے ہیں۔۔

3- احکام القران

امام مالک کے ان مضامین عالیہ کو جو احکام وتفسیر قرآن سے متعلق تھے اسپین کے مشہور عالم ابو محمد مکی بن طالب نے جمع وفراہم کر کے اس کتاب میں درج کیا ہے۔

4- المدونة الکبریٰ

اس کتاب کو امام مالک کے شاگرد عبدالرحمٰن بن قاسم نے امام مالک کے فقہی

Marfat.com

ملفوظات سے مرتب کیا ہے۔ یہ ضخیم کتاب ہے اور مالکی فقہ کی مستند و جامع کتاب ہے۔

5- رسالہ مالك الى ابن مطرف

محمد بن مطرف امام مالک کے ایک مشہور شاگرد ہیں انہیں کے نام امام مالک نے یہ خط لکھا تھا جس میں فتوے کے موضوع پر بحث کی گئی ہے۔

6- رسالہ مالك الى ابن وهب

ابن وہب امام مالک کے ایک شاگرد ہیں۔ انہی کے نام یہ خط ہے جس میں قضاو قدر کے مسئلہ سے بحث کی گئی ہے۔

7- كتاب لاقضيه

عہدہ قضا کے متعلق اصول و ہدایات پر مشتمل ہے۔

8- كتاب المناسك

مؤرخین کا بیان ہے کہ یہ کتاب امام مالک کی سب سے بڑی تصنیف تھی۔ جس میں حج کے احکام و مسائل تفصیل سے لکھے گئے تھے۔

9- تفسیر غرائب القرآن

قرآن مجید کے غرائب کی تفسیر

10- كتاب المجالسات عن مالك

حضرت امام مالک کے شاگرد رشید ابن وہب نے امام ممدوح سے حدیث آثار اخلاق کے جو متفرق فوائد و نکات سنے تھے انہوں نے اس کتاب میں جمع کیا ہے۔

11- تفسیر القرآن

احادیث متندہ سے قرآن مجید کی تفسیر۔

12- كتاب المسائل

امام مالک کے فقہی مسائل کا مجموعہ۔

Marfat.com

وفات

امام مالک نے چھیاسی سال کی عمر پائی آخر عمر میں ضعف وناتوانی کے سبب چلنا پھرنا ترک کردیا تھا۔ یہاں تک کہ مسجد نبوی ﷺ میں نماز کے لیے آنے سے بھی معذور ہوگئے تھے۔ انہی ایام میں ایک دن بیمار ہوئے تین ہفتہ تک علالت کا سلسلہ جاری رہا۔ آخر 11 ربیع الاول 179ھ کو مدینہ میں پانچویں عباسی خلیفہ ہارون رشید کے عہد میں انتقال فرمایا۔

جنازہ میں تقریباً سارا مدینہ شریک تھا یہاں تک کہ حاکم مدینہ عبداللہ بن محمد ہاشمی بھی جنازہ کے ساتھ نہ صرف پیدل جارہا تھا بلکہ امام کے جنازہ کو کندھا بھی دے رہا تھا۔

امام مالک کے جسد مبارک کو جنت البقیع کے مشہور قبرستان میں دفن کیا گیا جہاں اسلام کے بڑے بڑے ارکان حضرت عائشہؓ، حضرت عثمانؓ، حضرت امام حسنؓ، حضرت فاطمہ زہراؓ، حضرت حفصہؓ مدفون ہیں۔

Marfat.com

امام شافعی

ابو عبداللہ محمد ابن ادریسؒ الشافعی

مسلمانوں کے برگزیدہ طبقہ میں کوئی ایسا متنفس نہ ہوگا جو امام شافعی کا نام لینے سے ان کے فضل مراتب اور ان کی عظمت وشان سے واقف نہ ہو جائے۔ ہندوستان کی دنیائے اسلام میں اگرچہ امام ابو حنیفہ کا مذہب عام مقبولیت کے ساتھ رائج ہو گیا ہے تاہم مسائل کے باہمی اختلافات اور گروہ حنفیہ اور شافعیہ کے تناقص نے امام مالک اور امام حنبل سے زیادہ تر امام شافعی کو شناسا کر دیا ہے۔ کتب فقہیہ میں بہت زیادہ اختلاف اجتہاد امام ابن شافعؒ کا پایا جاتا ہے اور یہی وجہ ہے کہ حنفیہ کے مدمقابل گروہ شافعی زیادہ تر ہے لیکن باوجود اس شہرت عام کے بہت کم لوگ ایسے ہیں جو امام شافعی کے حالات اور ان کی عظمت شان سے واقف نہ ہوں۔

خاندان

امام شافعی کا نسب شریف اس سلسلہ سے ہے: امام ابو عبداللہ محمد بن ادریس بن العباس بن عثمان بن السائب بن عبیدہ بن عبد بن ہاشم بن عبدالمطلب بن عبد مناف'

Marfat.com

سائب ان کے دادا صحابی تھے۔ جنگ بدر میں مسلمان ہوئے ان کے صاحبزادے شافع حضرت ﷺ کے دیدار فیض آثار سے مشرف ہوئے۔

امام شافعی کو مطلبی بھی کہتے ہیں۔ اس لیے کہ ان کے جد اعلیٰ عبدالمطلب بن عبد مناف ہیں جو حضور ﷺ کے بھی جد اعلیٰ تھے پھر چونکہ امام شافعی کے اجداد میں ایک جد شافع بھی ہیں اس لیے امام ممدوح کو شافعی بھی کہتے ہیں پھر امام مادری سلسلہ سے بھی مطلبی ہیں۔ اس لیے کہ آپ کے دادا عبد یزید بن ہاشم کی والدہ عبد مناف کے بیٹے ہاشم کی لڑکی تھیں اور دوسرے دادا شافع کی والدہ اسد بن ہاشم کی بیٹی تھیں۔ جن کا نام خلدہ تھا جو حضرت علی کی والدہ فاطمہ بنت اسد کی بہن تھیں اور بعض مؤرخین کا بیان یہ ہے کہ امام شافعی کی والدہ ام حسن حمیرہ بن یزید بن حسن بن علی بن ابی طالب کی بیٹی تھیں۔ آخری نسبت سے امام شافعی اہل بیت نبوی ﷺ سے تعلق رکھتے تھے۔

بعض مؤرخین کہتے ہیں کہ امام شافعیؒ کے دادا شافع بن سائب جنگ بدر 3ھ میں مکہ کے بنو ہاشم کے علمبردار تھے اور مسلمانان مدینہ نے جنگ میں ان کو گرفتار کرلیا تھا۔ شافع بن صائب نے گرفتاری کے بعد زر فدیہ ادا کر کے رہائی پائی اور پھر مسلمان ہو گئے۔

ولادت

امام شافعی کی ولادت مؤرخین نے 150ھ بیان کی ہے لیکن مقام ولادت کی نسبت اختلاف ہے۔ بعض ان کا مسقط الراس یعنی مقام ولادت غزہ بیان کرتے ہیں اور بعضوں۔ کے نزدیک عسقلان ہے اور بعض یمن بتاتے ہیں اور بعض منیٰ کہتے ہیں لیکن اس امر پر سب کو اتفاق ہے کہ ان کی نشو ونما مکہ معظمہ میں ہوئی۔

ابو بکر خطیب تاریخ بغداد میں ابن الحکم سے نقل کرتے ہیں کہ جب مادر امام شافعی حمل سے تھیں ایک روز خواب میں دیکھا کہ طلوع مشتری ان کے جسم سے ہے اور مصر کی جانب اس کا نزول ہے اور اس کی شعاعیں اور شہروں پر بھی پڑتی ہیں تھی تو وہ

Marfat.com

نہایت تعجب انگیز بات لیکن معتبر مبصروں نے اس کی یہ تعبیر بتائی کہ تمہارے حمل میں ایک ایسا تقدس مآب عالم ہے جس کے فیضان علم سے اولاً اہل مصر فیض یاب ہوں گے بعد اس کے اطراف واکناف شہر اس کے فیضان علم سے فیض یاب ہوں گے۔

تربیت وتعلیم

امام شافعی خواہ کسی جگہ پیدا ہوئے ہوں تربیت وتعلیم ان کی مکہ معظمہ میں ہوئی اور بقول شخصے ہونہار بروا کے چکنے چکنے پات امام شافعی کی ابتدا ہی بتا رہی تھی کہ زمانہ کی بیش قیمت یادگار ثابت ہوں گے۔ ابھی ان کا سن سات ہی برس کا ہوگا کہ قرآن شریف کے حافظ ہو گئے مگر زیادہ تر تعجب کی بات یہ ہے کہ بارھویں برس محدث ہو گئے اور مؤطا امام مالک کو حفظ کر لیا مسلم بن خالف زنجی اس وقت مکہ کے مفتی تھے۔ ان سے علم فقہ کو حاصل کیا اور پندرھویں برس صاحب فتویٰ ہو گئے یعنی فتوؤں پر دستخط کرنے لگے اور انہیں مسلم بن خالد زنجی نے بے تکلف اجازت دے دی کہ تم فتوے دیا کرو۔

اس زمانہ میں آج کل کی طرح فتوے پر دستخط نہیں ہوتے تھے کہ درمختار یا فتاوے عالمگیری میں مسئلہ کو دیکھ کر فتوے پر دستخط کر دیئے۔ بلکہ استخراج مسائل اور تطبیق حدیث وقرآن کرنا پڑتی تھی جس میں مجتہدانہ لیاقت کی ضرورت تھی۔ تقلید کا تو سایہ بھی اس وقت نہیں پڑا تھا بلکہ یہ اس شخص کا تذکرہ ہے جو خود امام وقت اور مجتہد عصر ہوا ہے اور وہ زمانہ تھا جب ہادیٔ اسلام ہی کے ارشادات پر فتوے کا دارومدار تھا۔

اس زمانہ کا ذکر امام شافعی خود کرتے ہیں کہ میں ابھی بلوغ کی حد تک پہنچا بھی نہیں تھا کہ میں نے حضرت رسول مقبول ﷺ کو خواب میں دیکھا۔ مجھ سے آنحضرت ﷺ نے فرمایا صبی اے لڑکے! میں نے کہا لبیک یا رسول اللہ! فرمایا تم کس قوم سے ہو میں نے کہا آپ ہی کی قوم سے ہوں یعنی قریشی، فرمایا: میرے قریب آؤ میں قریب گیا فرمایا منہ کھولو میں نے منہ کھولا آپ نے آب دہن مبارک میرے منہ میں دیا اور فرمایا

Marfat.com

نگل جاؤ' "بارک فیک" (خدا تم کو برکت دے) میں نگل گیا۔ امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ اس کے بعد سے میرے کلام اور لحن میں کوئی خطا واقع نہیں ہوئی۔

امام مالک کی شاگردی

پندرہویں سال کے بعد جب امام شافعیؒ تعلیم کے مراحل طے کر چکے تو جناب امام مالک کی خدمت میں حاضر ہوئے اور انہیں کی خدمت میں رہنا شروع کر دیا۔

امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ جب میں امام مالک کی خدمت میں حاضر ہوا اور امام ممدوح نے میرا کلام سنا تو تھوڑی دیر میری طرف غور سے دیکھتے رہے۔ امام مالک کو ایسی فراست تھی اور قیافہ شناسی میں ایسا دخل تھا کہ میری صورت دیکھتے ہی میرا نام پوچھا۔ میں نے عرض کیا کہ میرا نام محمد ہے۔ فرمایا اے محمد پرہیزگاری اختیار کرو اور خدا سے ڈرو' گناہوں سے بچو تاکہ تم کو مرتبہ بلند حاصل ہو جائے اور تم لطف محمد یہ میں برگزیدہ ہو۔ میں نے جب مؤطا پڑھنے کا قصد کیا تو امام مالک نے فرمایا کہ تم اپنے واسطے کوئی قاری تلاش کرو مجھ کو تو مؤطا یاد ہی تھی میں نے کہا کہ میں خود قاری ہوں میں نے مؤطا کو حفظ پڑھنا شروع کیا۔

پھر میں ایک مدت تک انہی کی خدمت میں رہا۔ جب میں ان سے کافی طور سے علم وصحبت حاصل کر چکا تو میں نے اجازت سفر طلب کی اور جب میں رخصت ہونے لگا تو فرمایا کہ جو نور فیض باری کا تیرے سینہ میں القا کیا گیا ہے اس کو ظلمت معصیت سے تیرہ و تار نہ کرنا چاہیے۔

امام شافعی بغداد و مصر میں

195ھ میں امام شافعی بغداد میں تشریف لائے وہاں کے علماء نے ان کو مغتنمات سے جانا اور ان کی خدمت میں آ کر فیضان علم وصحبت سے فیض یاب ہوئے۔ امام شافعی نے کتب قدیم بغداد ہی میں تصنیف فرمائیں اور پھر مکہ تشریف لے گئے اور وہاں سے پھر ایک مرتبہ صرف ایک ماہ کے واسطے بغداد میں تشریف لائے ایک

Marfat.com

ماہ قیام فرما کے مصر میں تشریف لے گئے۔ یہاں اس قدر قیام ہوا۔ کہ کتب جدیدہ مثل ام اور امالی املائے صغیر، مختصر بویطی، مختصر مزنی، مختصر ربیع، رسالہ سنن سب یہاں تالیف فرمائیں۔

تصانیف

ابن ذولاق کہتے ہیں کہ اصول دین میں تصنیف امام شافعی کی چودہ جلدیں ہیں اور فروع مذہب میں سو سے زیادہ ہیں امام ممدوح ہمیشہ اشاعت علوم میں کوشش فرماتے اور تبلیغ دین واشاعت علوم کے سوا اور کسی شغل کو بہتر نہ سمجھتے۔

امام شافعیؒ کا علمی تبحر

1- اصمعی ایسے بزرگوار نے باوجود اس شان وعظمت کے امام شافعی سے اشعار ہدالیین کی قرأت کی۔

اصمعی

یہ بزرگوار اہل بصرہ سے ہیں 123ھ میں پیدا ہوئے اور 217ھ ماہ صفر میں انتقال فرمایا۔ بصرہ میں دفن ہوئے، خطیب بغدادی کہتے ہیں کہ اصمعی کی عمر اٹھاسی برس کی ہوئی کیونکہ ولادت اور وفات کی تطبیق سے چورانوے برس کی ہوتی ہے نسب شریف ان بزرگوار کا اس سلسلہ میں ہے: ابوسعید عبدالملک ابن قریب بن علی بن اصمع الباہلی۔ علم لغت اور نحو میں امام وقت تھے۔ اخبار ونوادر اور غرائب کے بیان کرنے میں اپنا نظیر نہیں رکھتے تھے۔ شعبہ بن الحجاج اور حمادین اور مسعرین سے سماعت حدیث کی اور خود ان سے ابوعبیدہ قاسم بن سلام ابوحاتم سجستانی نے اور ابوالفضل الرباشی نے سماعت حدیث کی۔ ہارون رشید کے زمانہ میں بغداد میں آئے۔

عمر بن شبہ کہتے ہیں کہ اصمعی سے میں نے سنا کہ وہ کہتے تھے کہ مجھ کو چودہ ہزار ارجوزہ یاد ہیں (ارجوزہ وہ اشعار ہیں جو بحر رجز میں ہوں) اسحاق موصلی کہتے ہیں کہ اصمعی کو میں نے کبھی نہیں دیکھا کہ انہوں نے کسی علم کا دعویٰ کیا ہو حالانکہ وہ اس علم میں

Marfat.com

اپنا نظیر نہیں رکھتے تھے۔ تفسیر اور کتاب وسنت میں باوجود اس پایہ اور مرتبہ کے جو کچھ ان کو علم لغت میں حاصل تھا۔ اس قدر محتاط تھے کہ جب کوئی کسی آیت کی تفسیر پوچھتا آپ فرماتے کہ عرب معنی اس لغت کے اس طور سے بتاتے ہیں اور یہ ان کی اصطلاح میں یوں مشہور ہے۔ مگر خود مجتہدانہ طور پر کوئی فیصلہ نہ کرتے۔

اصمعی کے ساتھ ان کی شہرت اس وجہ سے ہوئی کہ ان کے دادا کا نام اصمع تھا انہیں کی یادگار میں یہ اصمعی کی طرف منسوب ہوئے۔

1- ابن خلکان نے ان کی تصانیف میں 35 کتابوں کے نام گنوائے ہیں۔ ان میں سے یہ مشہور کتابیں ہیں کتاب غریب الحدیث' کتاب نوادر الاعراب' کتاب ما اتفق لفظہ واختلف معنہ۔

2- امام احمد بن حنبل کہتے ہیں کہ میں نے حدیث ناسخ کو منسوخ سے نہیں پہچانا اور خاص کو عام سے اور مجمل کو مفصل سے جب تک کہ میں شافعی کی ملازمت میں نہیں حاضر ہوا۔

3- قاسم بن سلام کہتے ہیں کہ میں نے امام شافعی سے زیادہ کسی کو کامل نہیں پایا امام شافعی مراتب فضل وکمال میں اکمل تھے۔

4- ایک مرتبہ امام احمد بن حنبل کے صاحبزادے نے اپنے باپ سے دریافت کیا ابا جان یہ امام شافعی کون بزرگوار ہیں جن کے واسطے آپ ہمیشہ بہت کچھ دعائیں مانگا کرتے ہیں۔ امام احمد بن حنبل نے فرمایا کہ امام شافعی مثل آفتاب کے ہیں دنیا کے واسطے۔ اور جیسے صحت انسان کے جسم کے لیے نہایت قیمتی چیز ہے ایسے ہی شافعی کا وجود باوجود نہایت بیش بہا ہے اے پسر کیا ایسے شخص کا نعم البدل ہو سکتا ہے؟ میں کیوں نہ ایسے تقدس مآب اور برگزیدہ شخص کے واسطے دعا کروں پھر فرمایا کہ ''تیس برس ہوئے ہیں کہ میں بغیر دعا اور استغفار کے نہیں سویا۔''

Marfat.com

5- یحییٰ بن معین کہتے ہیں کہ امام احمد بن حنبل مجھے منع کرتے تھے کہ شافعی سے نہ ملو۔ ایک روز دیکھا کہ خود شافعی کا استقبال کیا اور شافعی سوار تھے اور امام احمد پیادہ پا چلے آتے تھے۔ میں نے تعجب سے پوچھا کہ اے امام آپ تو مجھ کو شافعی کی ملازمت سے منع کرتے تھے اور آج کیا ہوا کہ آپ اس عقیدت سے استقبال کو دوڑے۔ امام احمد نے فرمایا چپ رہو۔ اگر میں ان کے خچر کی سائسی کروں تب ہی مجھ کو کچھ نہ کچھ فائدہ ہی ہو رہے گا۔

ابوذکریا یحییٰ بن معین بن عون بن زیادہ بسطام المری البغدادی'

بعض کہتے ہیں کہ اصل ان کی قریہ نقیا سے ہے جو کہ حوالی انبار کے لیے ہے ان کے باپ کاتب عبداللہ بن مالک کے تھے' رے کی حکومت انہی کے ہاتھوں میں تھی جب ان کے پدر بزرگوار کا انتقال ہوا۔ ڈیڑھ لاکھ درہم یحییٰ بن معین کو میراث میں ملے اور سب انہوں نے تحصیل علم میں خرچ کر ڈالے ہیثم اور ابن مبارک سے حدیث پڑھی لوگوں نے ان سے پوچھا کہ آپ نے کس قدر حدیثیں لکھی ہوں گی۔ کہا دس لاکھ حدیثیں اپنے ہاتھ سے لکھیں احمد بن عقبہ جن سے اس خبر کی روایت ہے کہتے ہیں کہ علاوہ ان کے میرا گمان ایسا ہے کہ علاوہ اس کے دیگر محدثین نے بھی 6 لاکھ حدیثیں لکھ کر ان کو دی ہوں گی۔ ''چھ سو چار بوریاں اور صندوق کتابوں کے بھرے ہوئے چھوڑے۔'' صاحب جرح تعدیل میں کبار آئمہ محدثین نے ان سے روایت کی ہے۔ بخاری' مسلم' امام احمد اور علاوہ ان کے اور لوگ بھی ہیں لیکن امام احمد کو ان کے ساتھ ایک خاص خصوصیت اور دوستانہ تھا ان کے ہم سبق تھے اور حدیث میں بھی شریک تھے۔

ابو خثیمہ نے بھی ان سے روایت کی ہے وہ کہتے ہیں کہ یحییٰ بن معین اپنے وقت کے امام تھے اور حدیث پہچاننے میں اور معرفت رجال میں اپنا نظیر نہیں رکھتے تھے کثرت معلومات اور حافظہ اور یادداشت کے اعتبار سے بے مثل تھے۔

Marfat.com

علی بن المدینی کہتے ہیں کہ بصرہ کا علم یحییٰ بن ابی الکثیر اور قتاوی پر تمام ہوا اور علم کوفہ اسحاق، اعمش، علم حجاز ابن شہاب، عمر ابن دینار پر اور علم ان چھٹوں کا بصرہ میں سعید ابن ابی عروبہ شعبہ اور معمر اور حماد بن سلمہ اور ابی عوانہ پر اور کوفہ میں سفیانین اور مالک بن انس پر اور اہل شام سے اوزاعی کو پہنچا اور ان سبھوں کا علم محمد بن اسحاق اور ہشیم یحییٰ ابن سعید اور ابن ابی زائدہ، وکیع اور ابن مبارک، ابن مہدی، یحییٰ بن آدم کو لیکن ابن مبارک کا مبلغ علم وسیع ہے اور علم ان سب آئمہ کا یحییٰ بن معین کو ملا۔

امام احمد کہتے تھے کہ جس حدیث کو یحییٰ بن معین نے نہیں پہچانا وہ حدیث نہیں اور فرماتے تھے کہ یہاں ایک برگزیدہ شخص ہے جس کو خدا نے اس کام کے لیے پیدا کیا ہے کہ جھوٹوں اور دغابازوں کے جھوٹ کو ظاہر کرے۔

ابن روحی کہتے ہیں کہ میں نے نہیں سنا ہے کہ کسی نے مشائع کے بارے میں حق کہا ہو سوائے یحییٰ بن معین کے۔ یحییٰ کہتے ہیں کہ میں نے کسی کی خطا نہیں دیکھی جس کو میں نے پوشیدہ نہیں کیا اور یہ نہیں چاہا کہ اس کی کسی طرح تذلیل ہو بلکہ اس کے معاملہ کو رونق دی اور کسی کو اس کے افعال ذمیمہ سے دوسرے کے روبرو یا مواجہ میں میں نے متنبہ نہیں کیا، بجز اس کے کہ جب میں اور وہ ہوا تو میں نے اس کی خطا کو ظاہر کیا اور نصیحت کی۔ اگر اس نے قبول کیا تو فبہا ورنہ بار دیگر میں اس کی طرف متوجہ نہیں ہوا اور خود ہی فرماتے تھے کہ جس قدر حدیثیں میں نے کاذبین سے لکھیں ان سے لکڑی کا کام لیا اور تنور روشن کر کے روٹیاں پکائیں۔

233ھ میں بغداد سے حج کی غرض سے روانہ ہوئے اور پہلے مدینہ منورہ میں تشریف لائے اور بعد زیارت خانہ کعبہ میں تشریف لے جانے کے قصد سے روانہ ہوئے۔ اول ہی منزل میں ان کو خواب میں یہ ندا آئی کہ یا ابوذکریا میرے ہمسایہ کو چھوڑ کر کہاں جاتے ہو۔ جب آپ بیدا ہوئے تو اپنے رفقا کو رخصت کیا اور کہا روح مبارک پیغمبر خدا نے مجھے خبردار کیا ہے اب میں یہاں قیام کروں گا اور مدینہ منورہ واپس آئے اور تین روز کے بعد انتقال فرمایا۔ سب سے زیادہ ان کی سعادت یہ تھی کہ جس تختہ پر

Marfat.com

حضور رسول ﷺ کو غسل دیا گیا تھا اسی تختہ پر نہلائے گئے پچھتر برس کی عمر میں وفات پائی۔ تاریخ وفات میں اختلاف ہے۔ والیٔ مدینہ نے نماز جنازہ پڑھائی اور جنت البقیع میں دفن ہوئے اور مکرر لوگوں نے ان پر نماز پڑھی۔ چند مرتبہ ایک شخص نے ان کے جنازہ پر آ کے باآواز بلند پکارا کہ یہی شخص تھا جس نے جھوٹی حدیثوں سے انکار کیا۔ مرنے کے بعد لوگوں نے دیکھا پوچھا کہ خداوند کریم نے آپ کے ساتھ کیا کِیا؟ فرمایا کہ مجھ کو بہت کچھ عطیہ اور نعمتیں عنایت ہوئیں' من جملہ ان کے تین سو حوریں عنایت ہوئیں۔

المری کی نسبت ان کی طرف تولا ہے کیونکہ مولائے بنی مرہ سے تھے ولادت 158ھ میں ہوئی۔ ابن خلکان لکھتے ہیں کہ بعض تاریخوں میں' میں نے دیکھا ہے کہ یحیٰی بن معین بن غیاث بن زیاد بن عوم بن بسطام مولی الجنید بن عبدالرحمٰن الغطفانی المری امیر خراسان' ہشام بن عبدالملک الاموی کی طرف سے تھے اور یہی مشہور زیادہ ہے اور صحیح بھی ہے مری نسبت مرہ غطفان کی طرف ہے جو کہ ایک بہت بڑا قبیلہ ہے اور عرب میں چند اور قبیلے اسی نام سے مشہور ہیں اور ہر اک کو مرہ کہتے ہیں۔

ابن سمعانی کتاب انساب میں لکھتے ہیں کہ نقیا ایک قریہ ہے انبار کا جہاں کے یحیٰی بن معین ہیں' خطیب کہتے ہیں کہ فرعون بھی اسی قریہ کا تھا۔ کیا خوب اتفاق ہے کہ اسی سرزمین سے ایسا شدید کافر اور ایسا پاکباز مومن اٹھے۔

شاہ عبدالعزیز دہلوی لکھتے ہیں کہ جاہل اور نااہل' عموماً قدمائے اہل حدیث اور خصوصاً یحیٰی بن معین کو مطعون کرتے تھے کہ یہ بزرگوار نہایت بدزبان تھے کسی کو دروغ گو اور کسی کو جعلساز' کسی کو مفتری کہا کرتے تھے اور اس غیبت محرمہ کو علم جانتے چنانچہ بعض شعرا نے ہجو بھی کہیں اور بعض بزرگواروں نے اس کے جواب بھی دیئے لیکن وہ جاہل اس بات کو نہیں سمجھتے تھے کہ طعن اور جرح رجال دین اور شریعت نبوی کی حفاظت کے لیے تھے گویا یہ امور قتال کفار و خوارج اہل بدعت اور سیاست اور تعزیر اہل منکر کی تھی جو کہ سب سے زیادہ عمدہ اور پاکیزہ عبادت ہے اور یہ امور کبھی غیبت

Marfat.com

محرمہ نہیں ہو سکتے۔

6- حسن بن محمد زعفرانی روایت کرتے ہیں کہ میں نے کبھی نہیں دیکھا کہ میں شافعی کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں اور امام احمد بن حنبل کو ان کی خدمت میں نہ پایا ہو۔ ان سے استفادہ حاصل کرتے اور جب نماز پڑھ چکتے تو امام شافعیؒ کے لیے ضرور ہی دعا کرتے۔

7- سفیان بن عیینہ کے پاس جب کوئی شخص کوئی مسئلہ یا تفسیر فتویٰ پوچھنے آتا تو امام شافعی کی طرف متوجہ ہو کر فرماتے کہ اس کو نوجوان سے دریافت کر لو۔

8- ابن توبہ بغدادی کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں نے مسجد الحرام میں امام احمد بن حنبل کو دیکھا کہ امام شافعی کے نزدیک بیٹھے ہیں۔ میں نے کہا کہ دیکھو سفیان بن عیینہ اس گوشہ میں مسجد کے حدیث روایت کر رہے ہیں تم بھی جا کر سنو۔ امام احمد بن حنبل نے کہا کہ یہ سعادت مجھ سے جاتی رہے گی اور وہ فوت نہ ہو گی۔ یعنی امام شافعی کی خدمت پھر میسر نہ ہو گی۔

9- ابو محمد، امام شافعی کے بھانجے کہتے ہیں کہ امام شافعی رات میں کئی مرتبہ لونڈی کو پکارتے تاکہ چراغ روشن کرے اور شب بھر کتابیں دیکھا کرتے آخر شب حکم دیتے کہ چراغ اٹھا لے جاؤ اور اس کے بعد آپ اوراد و وظائف میں مشغول ہو جاتے۔

امام شافعی کے چند ارشادات

1- امام شافعی کے اقوال سے ہے کہ اگر اولیاء اللہ اہل علم نہیں ہیں تو کوئی روز آخرت میں ولی نہ اٹھے گا۔ خدا جاہل کو اپنا دوست نہیں بناتا۔

2- ہارون رشید نے امام شافعی سے پوچھا کہ ”مجھ سے لوگ کہتے ہیں کہ آپ علی الصبح ہی اٹھ کر غذا تناول فرماتے ہیں۔ اس میں کوئی حکمت ہے؟ فرمایا کہ صبح کا وقت نہایت سہانا ہوتا ہے، ٹھنڈا پانی ملتا ہے، ٹھنڈی اور

Marfat.com

خوش آئند ہوا ہوتی ہے، مکھیاں کم ہوتی ہیں۔ ہارون نے کہا کیا خوب بات فرمائی۔

3- امام شافعی فرماتے تھے کہ علماء کی زینت کے لیے فقر و قناعت سے بہتر چیز نہیں اور جو لوگ اس قناعت اور فقر پر خوش و خرم گزران کرتے ہیں اور اسی پر صبر کرتے ہیں وہ نوراً علیٰ نُور ہیں۔

3- ایک موقعہ پر امام شافعی نے فرمایا کہ فقر علماء کا اختیاری ہے اور فقر جہلا کا اضطراری۔

امام شافعی کی تعظیم نہ صرف وہی لوگ کرتے تھے کہ جو ان کے معتقد تھے بلکہ ان کے کمال مرتبہ اور عظمت شان نے ہر اک ادنیٰ اور اعلیٰ کے دل میں بے انتہا اخلاص وعقیدت پیدا کر دی تھی۔

ابوحسان زیاوی کہتے ہیں کہ میں نے کبھی نہیں دیکھا کہ محمد بن حسن شاگرد امام ابوحنیفہ رحمتہ اللہ نے کسی اہل علم کی تعظیم مثل شافعی کے کی ہو۔ ایک روز امام شافعی تشریف لائے اور محمد بن حسن کسی قصد سے سوار ہو گئے تھے لیکن جب ان کو معلوم ہوا کہ امام شافعی تشریف لاتے ہیں فوراً سواری پر سے اترے اور امام کو اپنے ہمراہ گھر کے اندر لے کر چلے اور تمام حاضرین کو ہٹا دیا تمام روز و شب تخلیہ رہا اور کسی کو اجازت نہ تھی کہ اندر جائے۔

امام شافعی کا حافظہ

امام شافعی کے حافظہ کی یہ حالت تھی کہ امام محمدؒ فرماتے ہیں کہ امام شافعی نے کتاب اوسط امام ابوحنیفہ کی مجھ سے مستعار دیکھنے کو لی اور پوری کتاب ایک رات میں دیکھ کر حفظ یاد کر لی۔

دینی خدمات

اس میں شک نہیں کہ امام شافعی کا سب سے اول نمبر اس امر میں ہے کہ اصول فقہ کو مرتب کیا۔

Marfat.com

احادیث ناسخ اور منسوخ کے مقرر کرنے میں آپ کو سب پر تقدم ہے اور ابواب کثیرہ معروفہ فقہ کی تصنیف میں بھی سب سے پہلا نمبر ہے اصول فقہ کی ترتیب سے آپ نے علمائے اسلام کو استخراج مسائل اور فہم معانی کے لیے عمدہ قانون تیار کر دیا اس ضابطہ نے جیسی کچھ سہولتیں پیدا کر دی ہیں وہ سب امام شافعی کی بدولت ہیں۔

اسنوی امام احمد بن حنبل سے روایت کرتے ہیں کہ وہ فرماتے تھے کہ خداوند کریم کی یہ عادت جاریہ ہے کہ ہر صدی کے ابتدا میں خلق اللہ کے لیے ایک ایسا شخص پیدا کرتا ہے جس سے احیائے سنت رسول مقبول ہو اور جن کا ذہین نے موضوعات کو احادیث میں داخل کر دیا ہے وہ اس کو دور کرتا ہے چنانچہ دوسری صدی ہجری کے اول میں عمر بن عبدالعزیز تھے اور تیسری صدی ہجری میں امام شافعی ہیں جو مرد خدا پرست اور شب بیدار تھے۔

ابوثور نقل کرتے ہیں کہ عبدالرحمٰن بن مہدی نے فرمائش کی کہ میرے واسطے ایک کتاب لکھ دو جس میں معانی قرآن کے سند اخبار یعنی حدیث سے ہوں اور بالدلیل ہوں جن پر اجماع سنت ہو اور حدیث آیات ناسخ و منسوخ کا بھی بیان ہو چنانچہ امام شافعی نے حسب فرمائش عبدالرحمٰن کتاب الرسالت لکھی۔ ابوثور کو امام شافعی سے اس قدر عقیدت تھی کہ ان کے زعم میں یہ تھا کہ جو شخص اس امر کا دعویٰ کرے کہ میں نے مثل امام شافعی کے فصاحت و بلاغت و معرفت کمال علم اور اثبات و تمکن میں کسی کو دیکھا ہے تو وہ دروغ گو اور جھوٹا ہے۔ درحقیقت وہ اپنا مثل نہیں رکھتے تھے اور جب ان کا انتقال ہوا تو ان کے مثل کوئی عالم ویسا پیدا نہ ہوا۔ امام شافعی منقطع القرین ہیں ان کے مرنے کے بعد ان کا کوئی عوض نہ رہا۔

امام احمد بن حنبلؒ فرمایا کرتے تھے کہ جس کے ہاتھ میں دوات قلم ہے اس پر امام شافعی کا احسان ہے یعنی متوسط درجہ کا بھی عالم یا خواندہ جناب امام شافعیؒ کا ممنون ہے اور ان کے فیضان سے کوئی خالی نہیں۔

زعفرانی کہتے ہیں کہ درحقیقت اصحاب حدیث غافل سور ہے تھے اور سکوت

Marfat.com

کے عالم میں بحرز خار اسلام ٹھہرا ہوا اور خاموش تھا لیکن امام شافعی نے آ کر جگا دیا۔

امام شافعیؒ کی دعاؤں میں سے جو چند علماء کے نزدیک نہایت مقبول اور مجرب ہیں ان میں ایک دعا یہ ہے:

اللھم یا لطیف سالک اللطف فی ماجرت بہ المقادیر.

ایک عجیب اتفاق

امام شافعیؒ امام ابی حنیفہ کی وفات کے روز پیدا ہوئے اسی وجہ سے حنفیہ اور شافعیہ میں یہ مذاق ہوا کہ حنفیہ کہتے ہیں کہ جب تک امام ابو حنیفہؒ کا دور دورہ رہا امام شافعی مارے ڈر کے دنیا میں نہیں آئے جب امام ابو حنیفہ کے انوار جمال باکمال پردۂ عدم میں مخفی ہو گئے اس وقت امام شافعی کا ظہور ہوا۔ اور گروہ شافعیہ اس کے جواب میں کہتے ہیں کہ امام شافعی کے ورود مسعود کے انوار کمال کی تاب ابو حنیفہ نہ لا سکے اس وجہ سے پردہ عدم میں مخفی ہونے کے سوا اور کچھ نہ بن پڑا۔

امام شافعی کے اشعار

امام شافعی کی تصنیف سے بہت سے اشعار منقول ہیں کیونکہ ابتدائے زمانہ میں ان کو شعر گوئی کا بڑا شوق تھا اور بہت کچھ کہا لیکن ایک روز کا خود ہی تذکرہ فرماتے ہیں کہ مجھ کو ابتدائے عمر میں اس قدر شعر گوئی کا شوق تھا کہ میں چاہتا تھا کہ اس فن میں ایسے اعلیٰ درجہ پر پہنچ جاؤں جہاں پر مجھے کوئی نہ پا سکے۔ اسی وجہ سے میری بے انتہا کوشش شعر گوئی کی طرف تھی لیکن اسی اثنا میں مجھ کو ایک ایسا واقعہ پیش آیا جس سے میری توجہ کم ہو گئی ایک روز خانہ کعبہ کی دیوار کے سایہ میں بیٹھا تھا اور میرے پاس کوئی دوسرا نہ تھا بالکل تنہائی اور سناٹا تھا کہ دفعتہً عقب سے یہ آواز یا محمد علیک بالفقہ ودع الشعر یعنی اے محمد فقہ کو اختیار کرو اور شعر گوئی ترک کردو۔ ذیل میں ان کے چند اشعار کا مفہوم دیا جاتا ہے جو اپنے مضامین کے اعتبار سے کتنے سچے اور لطیف ہیں' فرماتے ہیں۔

Marfat.com

1- یعنی جو لوگ کہ صاحب نصیب ہیں اور وہ شکر خداوند کریم کا نہیں ادا کرتے اور نہ اس اجر کے ممنون ہوتے ہیں اور ان کو توفیق نہیں دی گئی۔

2- انسان کی کوششوں سے کوئی کیسا ہی اہم اور بعید القیاس مطلوب ہو' وہ بھی حاصل اور نزدیک ہو جاتا ہے اور خوش نصیبی اور تقدیر' گو کیسے ہی دروازہ بند ہو'ان کو کھول دیتی ہے۔

3- یہ کوئی تعجب کی بات نہیں ہے کہ اگر کسی خوش نصیب کا یہ واقعہ سنو کہ اس نے ایک لکڑی کو اٹھالیا اور وہ پھل دار ہوگئی تو اس کو سچ سمجھو۔

4- اسی طرح پر اگر یہ بات تمہارے سننے میں آئے کہ ایک بدنصیب پانی کے قریب گیا تاکہ وہ اپنی تشنگی اس سے بجھائے تو وہ پانی سوکھ گیا یہ بھی کوئی تعجب خیز امر نہیں اور محقق جانو۔

5- حقیقت امر یہ ہے کہ اگر تدبیر سے کچھ مطلب نہیں نکل سکتا تو میں آج آسمان پر تھگلی لگا دیتا اور آسمانی تاروں کے قریب پہنچ جاتا۔ مگر بات یہ ہے کہ جس کا نصیب بلند ہوتا ہے اور جس کو دولت مال متاع دی جاتی ہے وہ عقل سے محروم رکھا جاتا ہے خوش نصیبی اور عقل آپس میں دونوں ضد ہیں یہ تو ہمیشہ جدا رہیں گے اور اکٹھا ہو ہی نہیں سکتے۔

6- درحقیقت اثبات تقدیر پر یہ تو بہت بڑی دلیل ہے کہ عقلمند ہمیشہ مصیبت میں مبتلا رہتا ہے اور احمق و نااہل ہمیشہ عیش و عشرت میں بسر کرتا ہے۔ یعنی اگر تدبیر سے کچھ کام نکلتا تو عقلمندوں سے زیادہ کون تدبیر صائب کرسکتا ہے۔ جب یہ معلوم ہو گیا کہ عقلمند ہی محروم رہتے ہیں تو ثابت ہو گیا کہ تدبیر کوئی چیز نہیں سارا دارومدار تقدیر پر ہے۔

Marfat.com

ایک جگہ اسی مضمون کی نسبت لکھتے ہیں کہ انسان کو جس قدر علم ہوتا ہے اسی قدر وہ فروتنی اور تواضع اختیار کرتا ہے کیونکہ اس کو اپنی نادانی پر علم ہوتا ہے کہ میں کس قدر جاہل تھا اور کتنا نادان ہوں چنانچہ فرماتے ہیں:

7- اور جس قدر مجھ کو زمانہ نے ادب سکھلایا اسی قدر اپنے نقصان سے واقف ہوا اور جس قدر میرا علم بڑھا اسی قدر مجھ کو اپنی نادانی کا علم ہوا اور اپنی جہل سے متنبہ اور آگاہ ہوا۔

امام شافعی خشک مزاج نہ تھے

امام شافعی ایسے روکھے پھیکے امام نہ تھے جیسے کہ زاہدان خشک ہوتے ہیں اور اپنے زہد و اتقا کو دکھلاتے اور خود ہی بنتے ہیں۔ یہ تو ظاہر ہے کہ امام صاحب شاعر تھے اور شاعر جیسے تیز طبع اور رنگیں ہوتے ہیں۔ گو وہ بنے ہوئے زاہدوں کے سامنے کیسے ہی برے کیوں نہ ہوں مگر درحقیقت زور اور ظاہری دکھاوے سے تو البتہ وہ بدرجہا بہتر ہیں لیکن امام شافعی کی نسبت تو بھلا کس کی مجال ہے کہ کوئی زبان کھول سکے تاہم شاعری کو بے شک فخر ہو گیا کہ وہ صرف رند مشرب لوگوں ہی کے پہلو گرم نہیں کرتی رہی بلکہ بڑے بڑے آئمہ اسلام اور علمائے کرام کی صحبت سے فخر حاصل کیا۔ زیادہ تر ان کا وہ تذکرہ دلچسپ ہے جس کو امام صاحب نقل فرماتے ہیں کہ میں نے ایک مرتبہ مکہ میں ایک قریشی عورت سے نکاح کیا جو درحقیقت شاعرہ تھیں...... خدا کے فضل سے امام صاحب خود بھی شاعر تھے اور خوش نصیبی سے خاتون عفت مآب بھی شاعرہ ملیں' اب کیا تھا جس لطف سے یہ مکالمہ ہوتا تھا وہ نہایت دلچسپ تھا آپ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں نے ان کی طرف مخاطب ہو کر یہ شعر پڑھا:

ومن البلية ان تحب
فلا یحبک ان تحبه

Marfat.com

یہ سخت بلا ہے اس عاشق جانباز کے لیے جو تجھ پر جان فدا کرتا ہے اور تجھ سے محبت رکھتا ہے لیکن اس کا محبوب اس سے کچھ بھی محبت نہیں کرتا اور اس کی محبت کا اس پر کچھ بھی اثر نہیں ہوتا۔

امام شافعی کی عفت مآب خاتون نے فی البدیہہ اس شعر کا یہ جواب دیا:

ویصد منک بوجہ
وتلخ انت فلا تغنہ

اور آہ یہ بھی سخت بلا ہے کہ کوئی تو ہم سے منہ پھیر کے بیٹھا رہے اور ہم ہیں کہ عاجزی اور آرزو کر رہے ہیں کہ ایک نظر غلط انداز ادھر بھی ہو جائے۔

لطف شعر کا یہ ہے کہ ایک ہی مصرعہ پر اس شعر کا یہی عطف ہے جو بالکل متصل ہے اور نہایت لطف کے ساتھ یہ جواب ہوا ہے کہ ادھر امام صاحب نے دوسرا مصرعہ تمام نہیں کیا تھا کہ فوراً اس کا جواب اسی عطف پر ہو گیا یعنی ومن البلیۃ یصد عنک بوجہ۔

امام شافعی کے مقلدین

امام شافعی کے مقلدین ومعتقدین ان کی تقلید کو زیادہ تر افضل واعلیٰ دیگر آئمہ پر خیال کرتے ہیں کیونکہ باوجود اس بات کہ ان کی شان علم اور مراتب نہایت بلند اور اعلیٰ درجہ پر ہیں۔ وہ اس بات سے زیادہ قابل وقعت ہیں کہ جناب رسول مقبول ﷺ نے فرمایا ہے۔الناس تبع لقریش. لوگ قریش کے تابع ہیں اور اس امر میں شک نہیں کہ امام شافعی اہل قریش سے ہیں بعضوں نے اسی مضمون کو اس طور سے منظوم کر دیا ہے۔

امامک فاتخذہ شافعیاً
لتنجو من مخالفہ وطیش

Marfat.com

امام بنانے کے قابل امام شافعی ہیں تا کہ تمام مخالفتوں سے نجات ملے۔ اور اس امر کی دلیل کہ امام شافعی امامت کی زیادہ قابلیت کیوں رکھتے ہیں وہ جناب رسالت مآب ﷺ حضرت رسول مقبول ﷺ کا ارشاد ہے کہ الائمۃ من قریش یعنی آئمہ قریش میں سے ہیں۔

وکفی قول النبی لنا دلیلا
علی ان لائمۃ من قریش

بعض نے امام شافعی کی مدح میں یوں لکھا ہے۔

امام شافعی تمام لوگوں کے امام ہیں کیا باعتبار علم وحلم اور کیا باعتبار مراتب عظمت وکمال ان کے اصحاب عمدہ اور بہتر ہیں اور ان کا مذہب بھی خلق اللہ اور اللہ کے نزدیک مقبول اور بہتر ہے۔

علاوہ اس کے ان کے مراتب اور فضل وکمال میں لوگوں نے بہت کچھ مدح و تعریف کی ہے جو دفتر کے دفتر ہیں۔

امام شافعی کے مناقب پر تصانیف

ابن خلکان کہتے ہیں کہ مجھ کو ایک فاضل شیخ نے خبر دی کہ امام شافعی کے مناقب میں سترہ تصانیف ہیں لیکن کشف الظنون میں لکھا ہے کہ اس سے بھی زیادہ امام صاحب کی مدح وثنا میں کتب موجود ہیں۔ چنانچہ درج ذیل کتب کا مع نام مصنف کے حوالہ دیا ہے۔

1- کتاب ابی الحسن محمد بن عبداللہ الرازی مزمل دمشق جنہوں نے 347ھ میں انتقال فرمایا۔ ابن الصائغ کہتے ہیں کہ یہ کتاب بہت ضخیم اور بڑی ہے۔

Marfat.com

2- کتاب ابی عبداللہ محمد بن سلامتہ القضاعی جنہوں نے 454ھ میں انتقال فرمایا۔

3- کتاب ابی الحسن محمد بن الحسن السجستانی الابری جنہوں نے 263ھ میں انتقال فرمایا۔

4- کتاب الامام داؤد بن علی الظاہری لاصبہانی صاحب المذہب جنہوں نے 470ھ میں انتقال فرمایا۔

5- کتاب ابی المنصور عبدالقادر بن طاہر البغدادی جنہوں نے 429ھ میں انتقال فرمایا۔ یہ مختصر سا رسالہ ہے جس میں علی جرجانی الحنفی کے معارضہ کارد ہے۔

6- کتاب عبداللہ ابری بن شاکر القطان۔

7- کتاب امام الحرمین ابی المعالی عبدالملک بن عبداللہ الجوئنی جنہوں نے 478ھ میں انتقال فرمایا اس کتاب میں صرف مناقب ہی نہیں ہیں۔ بلکہ امام شافعی کے مذہب کو اور آئمہ پر ترجیح بھی دی ہے۔

8- کتاب امام احمد بن حسین البیہقی جنہوں نے 478ھ میں انتقال فرمایا۔

9- کتاب ابی محمد بن الضرات اسماعیل بن احمد الہراوی السرخی جنہوں نے 414ھ میں انتقال فرمایا۔

10- کتاب ابی علی احسن بن الحسین الھمدانی جنہوں نے 555ھ میں انتقال فرمایا۔

11- کتاب ابی عبداللہ بن یوسف الجرجانی القاضی جنہوں نے 489ھ میں انتقال فرمایا۔

12- کتاب عبدالرحمٰن بن حاتم الرازی جنہوں نے 337ھ میں انتقال فرمایا۔

13- کتاب ابی عبداللہ محب الدین محمد بن محمود بن البخاری البغدادی جنہوں 643ھ میں انتقال فرمایا۔

Marfat.com

14- کتاب امام عماد الدین ابی الفدا اسماعیل بن کثیر الدمشقی جس کا نام یہ تھا الواضح النفیس فی مناقب امام بن ادریس۔

15- کتاب بن جمگاہ الہمدانی جنہوں نے 778ھ میں انتقال فرمایا۔

16- کتاب امام برہان الدین ابراہیم بن عمر الجعفر جنہوں نے 737ھ میں انتقال فرمایا۔

17- کتاب القاضی تقی الدین ابی بکر بن احمد بن شیبۃ الدمشقی جنہوں نے 851ھ میں انتقال فرمایا۔

18- کتاب امام نصر بن ابراہیم المقدسی المتوفی 490ھ۔

ابن الملقن نے عقد المذاہب میں لکھا ہے کہ امام شافعی کے مناقب میں تقریباً چالیس مؤلفات بلکہ اس سے بھی زیادہ ہیں غرضیکہ امام شافعی کا مذہب ان کے دور میں نہایت مقبولیت کے ساتھ قبول کیا گیا اور جس قدر ان کے مناقب وسعت کے ساتھ بیان کیے گئے وہ ان کتابوں کے دیکھنے سے معلوم ہوسکتا۔

امام شافعی کی وفات

مزنی امام شافعیؒ کی موت کے وقت حاضر ہوا۔ آپ نے دریافت کیا کہ اے امام اس وقت آپ کی کیا حالت ہے اور کس حالت میں آپ کی صبح ہوئی۔ فرمایا ایسے وقت میں صبح ہوئی جب کہ میں اپنے سفر آخرت کا سامان کر رہا ہوں اور عنقریب میں دنیا کو چھوڑنے والا ہوں اور برادران اسلام کو رخصت کرنے والا ہوں۔ جام موت میرے منہ کے قریب ہے جس کو میں کچھ دیر کے بعد پی لوں گا۔ آہ میں اپنی برائیوں کے ساتھ خدا کے حضور میں جاؤں گا۔ اس کلام کے بعد آپ بے اختیار رونے لگے اور چند ابیات توبہ اور استغفار پڑھے اور دم نکل گیا بروز جمعہ آخر یوم رجب 202ھ میں انتقال فرمایا۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔ اسی روز قرافہ صغرا میں مدفون ہوئے۔ ان کی قبر پر لوگ زیارت کے لیے آتے ہیں۔

Marfat.com

ربیع بن سلیمان نے کہا ہے کہ امام شافعی کا جنازہ دفن کر کے ہم پھرے تھے کہ ہلال شعبان کا نظر آیا۔ اسی اثنا میں، میں نے امام شافعی کو خواب میں دیکھا میں نے ان سے عرض کیا کہ اے امام عالی مقام خداوند کریم ذوالجلال نے آپ کے ساتھ کیا سلوک کیا۔ فرمایا الحمدللہ کہ اس کی نعمتیں مجھ پر از حد ہوئیں مجھ کو سونے چاندی کی کرسی پر بٹھایا اور لولوئے آبدار مجھ پر نثار فرمائے۔

ابوعثمان پسر شافعی سے منقول ہے وہ فرماتے تھے کہ میرے باپ نے اٹھاون برس کی عمر میں انتقال فرمایا۔ امام شافعی اتنے بڑے پایہ اور مرتبے کے آدمی تھے کہ تمام علمائے اہل حدیث اور فقہ اور اصول فقہ اور لغت اور نحو اور سوائے ان کے اس امر کے قائل ہیں کہ امام شافعی بہ نفس نفیس امانت، عدل، زہد، ورع، عفت مآبی اور پاکبازی، حسن سیرت، علوِ ی قدر اور سخاوت میں اپنی نظیر آپ تھے۔

شافعی مذہب کے متعلق رائے

امام شافعی کا مذہب افضل اور اعلیٰ ہے اور ان کے مراتب کمال اور شرافت نسبی کے اعتبار سے ان کا مذہب کس قدر قابل تقلید ہے اس کا فیصلہ وہی بزرگوار کر سکتے ہیں جنہوں نے امامت کا مرتبہ پایا ہے اور مجتہد عصر گزرے ہیں مگر اس میں شک بھی نہیں ہے کہ امام شافعی نے مسائل کو نہایت احتیاط اور وسعت نظر سے جانچا ہے اور قیاسات کو باعتبار نقل اور قرآن وحدیث کے بہت کم دخل دیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ گروہ اہل حدیث آپ کے مذہب کے زیادہ تر متبع اور پیرو ہیں۔

وفات پر مراثی

ابن خلکان کہتے ہیں کہ امام شافعی کے انتقال کے بعد اکثر بزرگوں نے ان کا مرثیہ کہا چنانچہ ذیل کے ابیات ابی بکر محمد بن درید کی طرف منسوب کیے جاتے ہیں اور خطیب بغدادی نے بھی ان ابیات کو تاریخ بغداد میں نقل کیا ہے اور وہ مرثیہ بہت طول و طویل ہے۔ بعض ابیات ذکر کیے جاتے ہیں جو خالی از لطف نہیں۔

Marfat.com

الم تر آثار بن ادریس بعده
دلائلها فی مشکلات لوامع

کیا تو نے نہیں دیکھے آثار ابن ادریس کے کہ ان کے بعد کیا عمدہ ان کی دلیلیں ہیں مشکلات امر میں جو چمکنے والی ہیں۔

محالم تفنی الدهر وهی حواله
وتنخفض الاعلام وهی توارع

اور ان کی ایسی نشانیاں کہ زمانہ تو فنا ہو جائے گا اور وہ یادگاریں ہمیشہ قائم رہیں گی۔ جھنڈے سرنگوں ہو جائیں گے اور وہ غالب ہوں گی۔

منهاج فیهما للهذے متصرف
مراددفیها للرشاد شرائع

ان کے ایسے راستے بنائے ہوئے ہیں جس میں ہدایت کا پورا تصرف ہے اور ایسے گھاٹ ہیں۔ جہاں سے ہدایت کا سیدھا راستہ لگا ہوا ہے۔

❖....❖....❖

Marfat.com

امام حنبل

ابو عبداللہ احمد بن محمد حنبلؒ

حدیث کی مشہور کتاب مسند احمد بن حنبل کے جامع ابو عبداللہ احمد بن محمد حنبل محدثین عظام میں شامل ہیں اور اپنے وقت کے مقتدا اور پیشوا ہیں۔ حدیث وفقہ میں اپنی نظیر نہ رکھتے تھے۔ محدثین اور علماء کی جماعت میں جو استغنا' اتقا اور امور دنیا سے بے پروائی آپ میں تھی وہ بہت کم کسی میں نظر آئی۔ خصوصاً استغنی کا یہ عالم تھا کہ امراء و رؤساء اور عقیدت منداشخاص ہر وقت خدمت کے لیے مستعد رہتے تھے اور گراں قدر رقوم سے آپ کی اعانت کرتے تھے لیکن آپ نے عمر بھر نہ تو کسی کی اعانت کو قبول فرمایا نہ کسی کا ہدیہ منظور کیا اور نہ نذر قبول کی اور ہمیشہ تنگ دستی اور فقر میں خوش رہے اور ساری زندگی فقر ہی میں گزار دی۔

محدثین کرام میں جو تفقہ آپ کو حاصل تھا وہ بہت کم کسی کو نصیب ہوا علم اور عمل کے اس قدر شائق تھے کہ آخر عمر تک تحصیل علوم وفنون کا جذبہ قلب میں باقی رہا اور درس کے سوا جو اوقات فراغت نصیب ہوئے ان کو عبادت پر صرف کیا۔

Marfat.com

خاندان

ابو عبداللہ احمد بن حنبل بن ہلال بن اسد بن ادریس بن عبداللہ بن حبان بن عبداللہ بن انس بن عوف بن قاسط بن مازن بن شیبان' بن زہل' بن ثعلبہ بن عکابہ بن صعب بن علی بن بکر بن وائل بن قاسط بن ہنسب بن اقصی بن وعمی بن جدیلہ بن اسد ربیعہ بن نزار بن معد بن عدنان الشیبانی المروری۔

بعض اشخاص نے سلسلہ نسب میں بنی ماذی بن زحل بن شیبان بن ثعلبہ بن عکابہ لکھا ہے اور یہ زیادہ تر غلط سمجھا جاتا ہے کیونکہ وہ بنی شیبان بن ذہل سے ہیں۔ نہ بنی ذہل بن شیبان سے' اس واسطے کہ ذیل میں بن ثعلبہ چچا ہیں ذہل بن شیبان کے۔

ولادت

امام احمد کی والدہ عفت مآب جب بلدہ مرو سے بغداد میں آئیں تو امام احمد بن حنبل حمل میں تھے بارھویں یا گیارھویں ربیع الاول 164ھ کو تیسرے عباسی خلیفہ مہدی کے عہد میں بغداد میں پیدا ہوئے۔ بعض کہتے ہیں مرو ہی میں پیدا ہوئے ولادت کے بعد ان کی والدہ ان کو بغداد میں لائیں اس وقت آپ شیر خوار تھے۔

بعض مؤرخین نے امام احمد بن حنبل کو دیکھا اور ان کی شکل وشمائل کا ذکر ان الفاظ میں کیا ہے کہ آپ میانہ قد' خوبصورت حنائی داڑھی' مگر بہت سرخ نہ تھی دو چار بال سیاہ بھی تھے۔

تربیت اور تعلیم

اکثر مؤرخین کا بیان تو یہ ہے کہ امام احمد بن حنبل بغداد میں پیدا ہوئے اور وہیں تربیت اور ابتدائی تعلیم حاصل کی لیکن بعض یہ کہتے ہیں کہ امام ممدوح مرو میں پیدا ہوئے اور بغداد میں پرورش حاصل کی اور ابتدائی تعلیم بغداد کے مدارس میں ہوئی۔

ابتدائی تعلیم کے بعد امام ممدوح تحصیل حدیث کی طرف متوجہ ہوئے بغداد اور اطراف بغداد اس وقت محدثین کرام کا مرکز تھا۔ مشائخ حدیث کی خدمت میں حاضر ہو

Marfat.com

کرامام ممدوح نے حدیث سیکھی مؤرخین کا بیان ہے کہ جب امام ممدوح بغداد کے مشائخ حدیث اور علماء سے علم و حدیث کو حاصل کر چکے تو ان کے قلب میں یہ خیال پیدا ہوا کہ ممالک اسلامیہ سے علوم وفنون اور حدیث کی سند حاصل کرنی چاہیے چنانچہ اس خیال کی بنا پر انہوں نے بغداد چھوڑ دیا اور ممالک اسلامیہ کے مشہور دیار وامصار کی طرف متوجہ ہوئے۔

حصول سند و تکمیل علم کے لیے طویل سفر

امام احمد بن حنبل بغداد سے نکل کر کوفہ پہنچے کافی عرصہ تک یہاں قیام کیا پھر بصرہ، مکہ، مدینہ، مصر، یمن، شام اور تبریز کا طویل سفر کیا اور اس زمانہ کے مشائخ یزید بن ہارون، یحییٰ بن سعید قطان، سفیان بن عیینہ اور امام شافعی وغیرہ سے حدیث کو حاصل اور سندیں لیں اور اس کے بعد بغداد واپس آ کر درس وافتا میں مشغول ہوئے۔

امام احمد بن حنبل کے بعض خاص شاگرد

بغداد میں امام احمد بن حنبل کا درس بہت جلد مشہور ہو گیا اور اطراف سے طلباء جوق در جوق آنے لگے اور امام ممدوح سے حدیث کو حاصل کرنے لگے۔ امام ممدوح کے مخصوص شاگردوں میں سے محمد بن اسماعیل جامع بخاری، مسلم، ابوداؤد اور ابوزرعہ بہت مشہور ہیں اور ان میں سے ابتدائی تین شاگردوں کی جوامع صحاح ستہ میں داخل اور دنیائے اسلام کے مدارس میں رائج اور متداولی ہیں۔

حنبلی مذہب کی ترویج

امام احمد بن حنبل ان فقہائے اربعہ میں سے ایک ہیں جن کی تقلید مسائل فقہ میں کی جاتی ہے۔ امام ابوحنیفہ کے مقلدین حنفی کہلاتے ہیں جبکہ امام مالک کے مقلد مالکی۔ امام ابوحنیفہ کا مذہب یا فقہ عبداللہ المامون کے عہد میں سرعت سے پھیلا اور مقبوضات خلافت کی حدود سے گزر کر ہندوستان تک پہنچ گیا۔ امام مالک کا فقہ مغرب اقصیٰ (مراکش وغیرہ) اور اسپین میں پھلا پھولا۔ امام شافعی کا مذہب ممالک اسلامیہ

Marfat.com

کے بعض حصوں میں کافی سرعت سے پھیلا اور امام احمد بن حنبل کا فقہ اگرچہ پسند کیا گیا لیکن ابتداء میں اس کو وہ عروج حاصل نہیں ہوا جو اور مذاہب کو حاصل تھا لیکن کچھ عرصہ بعد اس نے بغداد اور ملحقات میں وہ عروج حاصل کیا کہ اس کے پیرو حکومت سے ٹکرانے پر آمادہ ہو گئے چنانچہ مؤرخین کا بیان ہے کہ بیسویں عباسی خلیفہ الراضی باللہ کے عہد حکومت 322ھ سے 330ھ تک بغداد اور اطراف بغداد میں امام احمد بن حنبل کے مقلدین نے اتنی طاقت حاصل کر لی تھی کہ انہوں نے بغداد و نواح میں مذہبی امور کی ترویج اور بدعات و امور ممنوعہ کے استیصال کے کام کو فوجی افسروں کے مانند اپنے ہاتھ میں لے لیا تھا۔ وہ پولیس افسروں کی طرح شہر میں گشت لگاتے جہاں شراب اور نبیذ کو پاتے فرش زمین پر بہا دیتے اور ان کے ظروف کو توڑ ڈالتے۔ جہاں کوئی گانے والی عورت نظر آتی اس کو خوب مارتے۔ اس سے گانے کا پیشہ ترک کر دینے کا عہد لیتے اور آلات موسیقی برباد کر دیتے۔ بازاروں میں خرید و فروخت کو روک دیتے اور مشتری و بائع دونوں کو پیٹتے۔ انہوں نے یہ اعلان کر دیا تھا کہ شہر اور آبادیوں میں کوئی شخص (نابالغ) بچوں اور عورتوں کے ساتھ نہ چلے پھرے اس اعلان کے بعد وہ اگر کسی مرد کو کسی عورت یا نابالغ لڑکے کے ساتھ پاتے تو اس سے دریافت فرماتے کہ وہ اس عورت یا لڑکے کا کون ہے اگر وہ بتا دیتا تو اس کو علیحدہ جانے پر مجبور کر دیتے اور نہ بتاتا تو پولیس کے حوالے کر دیتے۔

امام احمد بن حنبل اور ان کی فقہ نے اگرچہ اتنا اوج و عروج نہیں پایا جتنا کہ باقی آئمہ ثلاثہ کے مذہب و فقہ نے کہ ان کے مقلدین دنیا میں پھیلے ہوئے ہیں لیکن نواحی بغداد میں امام احمد کا مذہب نہایت شہرت کے ساتھ قبول کیا گیا اور اکابر امت محمدیہ کے مذہب امام احمد بن حنبل کا رکھتے تھے۔ حنبلیوں کو اپنے امام کی قوت مذہب پر فخر کا سب سے زیادہ موقع یہ ہے کہ شیخ الشیوخ قدوۃ الاولیا قطب اقطاب شیخ محی الدین عبدالقادر جیلانیؒ مذہب حنبلی رکھتے تھے۔

بہجۃ الاسرار میں حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی کے مناقب کے موقعہ پر لکھا ہے

Marfat.com

کہ شیخ عبدالقادر جیلانی امام شافعی' امام حنبل کے مذہب یا فقہ پر فتوے دیا کرتے تھے اگرچہ اس سے معلوم یہ ہوتا ہے کہ آپ کو دونوں مجتہدوں کی رائے سے موافقت تھی اور اسی وجہ سے یہ بھی کہا جاسکتا ہے کہ آپ تقلید شخصی نہیں رکھتے تھے لیکن جمہور علماء کثرت موافقت آراء اور امام احمد بن حنبل کا لحاظ کر کے آپ کا ذکر حنابلہ میں کرتے ہیں۔ باقی آئمہ کے مذہب کے شیوع اور دنیائے اسلام میں نہایت وسعت کے ساتھ ان کے مقلدین کی کثرت اور حنابلہ کی کمی کسی طرح بھی موجب تضعیف نہیں ہے اور اس بنا پر کسی طرح یہ نہیں کہا جاسکتا کہ امام احمد کی رائے ضعیف یا پست تھی۔ امام مالک کا مذہب دیار مغرب اور بلاد حجاز کی جانب پھیلا اور امام شافعی کا مذہب اکثر بلاد حجاز اور یمن اور بعض بلاد سندھ اور دکن اور بعض اطراف خراسان وطوران میں شائع ہوا اور امام ابوحنیفہ کے مذہب کی اشاعت نہایت کثرت سے ہوئی اور یہ ساری کثرت اشاعت امام ابو یوسف کی بدولت تھی۔ مامون رشید کے زمانہ میں بغداد کی عنان حکومت امام ابو یوسف کے ہاتھ میں تھی اور ان کا حکم تھا کہ کوئی قاضی مذہب امام ابوحنیفہ کے خلاف فتوے نہ دے۔ اسلام کو باعتبار ثروت مامون رشید کو عہد کے زمانہ شباب کہنا چاہیے اور یہ دولت ہر ایک چیز کو جس اوج وعروج پر پہنچا دیتی ہے ایسا اثر کسی شے میں نہیں۔ امام ابو یوسف کو اس سے بہتر اور کون سا موقع ملتا جہاں وہ حق شاگردی ادا کرتے اور در حقیقت انہوں نے حق شاگردی ادا کیا۔ بغداد سے لے کر روم' بخارا' سمرقند' اصفہان' شیراز' آذربائیجان' جرجان' زنجان' طوس' بسطام' استرآباد' مرغنیان' فرقانہ وامغان خوارزم' غزنہ کرمان اور اکثر بلاد ہندوستان سندھ' دکن اور بلاد یمن غرضیکہ حنفیہ گروہ نے درحقیقت تمام دنیا پر قبضہ کر لیا اس وجہ سے ممالک اسلامیہ کے لوگ دیگر آئمہ کے مذاہب سے بالکل بے خبر رہے۔ اگرچہ اس تقلید کا سلسلہ اس وقت تک قائم رہے گا جب تک امام مہدی آخرالزماں ظاہر ہوں گے اور عیسٰی علیہ السلام اتریں گے۔ لیکن اس وقت نہ تقلید ہوگی اور نہ تفریق' اور وہی آزادی ہوگی جو اسلام نے اپنا اصول قائم کیا تھا اور جس کی بنائے استخراج قرآن وحدیث پر تھی۔

Marfat.com

محدثین کی رائے

اب ہم کو یہ بتانا ہے کہ امام احمد بن حنبل کو اس زمانہ کے گروہ علماء نے کس شان اور عظمت کے ساتھ قبول کیا اور امام احمد کے اجتہاد کو پسند کیا۔ واقعہ یہ ہے کہ امام احمد اپنے زمانہ میں امام محدثین روئے زمین تھے۔ انہوں نے اپنی مسند میں ایسی حدیثیں جمع کی تھیں جن کا کسی کو اتفاق نہیں ہوا تھا۔ آپ امام شافعی کے مخلص شاگرد اور دوست تھے اور ان کی صحبت میں ہمیشہ رہتے تھے۔

1- مؤرخین کا بیان ہے کہ جب امام شافعی مصر کی جانب روانہ ہوئے تو امام احمد کی نسبت یہ رائے ظاہر کی کہ میں بغداد سے چلا آیا ہوں مگر میں نے وہاں کوئی ایسا نہیں چھوڑا ہے جو سب سے زیادہ فقیہہ ہو اور سب سے زیادہ متقی سوائے احمد بن حنبل کے۔

2- شیخ عبدالحق دہلویؒ اشعتہ اللمعات میں لکھتے ہیں کہ امام احمد بن حنبل حدیث وفقہ میں پیشوا اور مقتدے تھے اور زہد اور عبادت اور اتقا کے طریقے امام احمد کی طرز روش سے سیکھنا چاہیے اور یہ معلوم کرنا چاہیے کہ بے ریا زہد اور خالص اتقا کس کا نام ہے۔

3- ابواسحاق بن راہویہ امام احمد بن حنبل کی نسبت لکھتے ہیں کہ امام احمد بن حنبل خدا اور اس کے بندوں کے درمیان حجت ہے۔

4- احمد سعید دارمی فرماتے ہیں کہ میں نے ایسے حافظہ کا آدمی نہیں دیکھا جیسے احمد بن حنبل کو حدیث کی یادداشت میں پایا۔ ان کی مسند ان کے زمانہ میں نہایت مقبولیت کے ساتھ قبول کی گئی اور وہ نہایت وقعت کے ساتھ مشہور تھے اس زمانہ میں مسند امام حنبل نہایت جامع کتاب اور معتبر سمجھی جاتی تھی۔

5- ابوداؤد سجستانی فرماتے ہیں کہ امام احمد بن حنبل کے ساتھ صحبت رکھنا

Marfat.com

درحقیقت آخرت کی یاد ہے کیونکہ ان کو دنیا سے کوئی تعلق ہی نہیں ہے۔
اس کے بعد ابوداؤد کہتے ہیں کہ امام احمد نے فقیری اختیار کی تھی اور ستر برس اسی حالت میں گزار دیئے تھے۔

6- ابوداؤد سجستانی کہتے ہیں کہ میں نے دوسو مشائخ حدیث کو دیکھا ہے لیکن مثل امام احمد بن حنبل کے ایک کو بھی نہیں پایا۔

7- ابوزرعہ فرماتے ہیں کہ میری آنکھوں نے مثل امام احمد بن حنبل کے ایک شخص کو بھی نہیں پایا نہ زہد وتقویٰ میں نہ علم وعمل میں اور نہ کسی اور نیکی میں کوئی ان کا مقابل ہوا۔

8- علی بن المدینی کہتے ہیں کہ اصحاب حدیث میں کسی کا حافظہ امام احمد بن حنبل سے زیادہ نہیں دیکھا۔

9- عبداللہ بن احمد سے مروی ہے کہ ابوالعاصم نبیل بن ضحاک بن مخلد کی مجلس میں اصحاب اہل حدیث حاضر ہوئے۔ ابو عاصم نے فرمایا کہ آپ حضرات تشریف لائے تاکہ اس مجلس میں آپ کو دانائی کا سبق دیا جائے اگرچہ آپ حضرات میں میرے نزدیک کوئی ایسا فقیہہ نہیں جو قابل اعتبار سمجھا جائے۔یہی کہتے کہتے جوش آ گیا۔کھڑے ہو گئے کیونکہ عرب کا قاعدہ تھا کہ جب کسی قسم کا اثر ڈالنا منظور ہوتا تھا تو اس تقریر کو علی العموم کھڑے ہو کر بیان کرتے تھے اور حاضرین مجلس پر جی کھول کر اپنی رائے ظاہر کی اور نہایت صاف الفاظ میں ان کی مذمت کی۔ چونکہ ابوالعاصم ایک مقتدر آدمی تھا' کسی کو مجال نہ تھی کہ اس کی بات کا جواب دیتا۔آخر میں ابوالعاصم نے اس امر کا اقرار کیا کہ البتہ ایک ہی شخص تم لوگوں میں ایسا ہے جو میری رائے میں فقیہہ ہے۔لوگوں نے سوال کیا وہ کون صاحب ہیں۔کہا تم لوگ منتظر رہو۔وہ ابھی تشریف لاتے ہیں۔عبداللہ بن احمد فرماتے ہیں کہ جب میرے باپ سامنے سے تشریف لائے تو ابو

Marfat.com

عاصم نے فرمایا کہ جن بزرگ کی تم کو خواہش تھی وہ آ گئے۔ اس کے بعد ابو عاصم نے امام احمد کی طرف دیکھا اور کہا راستہ چھوڑ دو کہ وہ تشریف لائیں۔ امام احمد نے فرمایا کہ میرے نزدیک کوئی اچھی بات نہیں ہے کہ میں لوگوں کو پھاندتا ہوا سر پر سے جاؤں۔ میں یہیں پائین ہی میں بیٹھوں گا۔ سب نے آواز دی کہ یہ کیا آپ فرماتے ہیں اور ابو العاصم نے فرمایا کہ اے حضرات جن بزرگ کی میں نے تعریف کی ہے وہ آپ ہی ہیں اور میرے نزدیک عدیم الشال آپ کا وجود باوجود ہے اپنے علم و فضل اور فقہ و حدیث میں تنہا ہیں اور اہل مجلس کی طرف خطاب کر کے کہا کہ آپ لوگ ذرا سرک سرک کے تشریف رکھیے۔ لوگوں نے حکم کی تعمیل کی اور امام احمد بن حنبل کو اپنے قریب بٹھایا اور ابو العاصم نے بآواز بلند تعریف کرنا شروع کی۔ ''امام احمد بن حنبل میرے نزدیک ان لوگوں میں سے نہیں جو زمین پر پیر رکھ کر چلتے ہیں۔ بلکہ یہ بزرگ ان لوگوں میں سے ہیں جو دریا پر پیر رکھ کر اس پار چلے جاتے ہیں۔''

10- علی بن شعیب طوسی کہتے ہیں کہ احمد بن حنبل میرے نزدیک ان لوگوں میں سے ہیں جن کی نسبت رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ ''میری امت میں ایسے لوگ بھی ہوں گے جو بنی اسرائیل میں نہیں گزرے یہاں تک کہ ان کے سروں پر اگر آرے بھی چل جائیں تب بھی وہ اپنے دین سے نہیں پھریں گے۔''

خلق قرآن

قاضی احمد بن داؤد نے جو کہ معتزلین کا سردار تھا' مامون الرشید کے کان میں مسئلہ خلق قرآن کو پھونک دیا اور اس عقیدہ فاسدہ نے مامون الرشید کو اس پر آمادہ کر دیا کہ وہ اس مسئلہ کی اشاعت کی کوشش کرے۔ وہ 218ھ میں اس امر پر آمادہ ہو گیا کہ

Marfat.com

لوگوں کو اس قول کی جانب متوجہ کرے۔ اسحاق بن خزاعی کو بغداد میں لکھا کہ علمائے بغداد کو قول خلق قرآن کی نسبت جبراً متوجہ کرے۔ بعض اس خبر کو سن کر روپوش ہو گئے اور بعض نے توریہ کیا اور بعضوں نے قبول کیا اور بعضوں نے عقیدہ حقہ کی متابعت کی اور شہید ہو گئے۔ اور ایک جماعت جس میں امام احمد بن حنبل تھے خلیفہ کی خدمت میں پہنچ گئے۔ جس وقت امام احمد ورقہ میں پہنچے مامون کے مرنے کی خبر طوس میں آئی۔ اثنائے راہ سے بغداد کو پھر گئے لیکن چونکہ ماموں نے اپنے انتقال کے وقت اپنے جانشین سے وصیت کی تھی کہ بعد انتقال کے مسئلہ خلق قرآن کی نسبت وہ بھی ایسی ہی کوشش کرے جیسی کہ میں نے کی ہے چنانچہ معتصم خلیفہ ہوا۔ امام احمد بن حنبل کو قید کیا اور نہایت بدسلوکی سے مارا۔

واقعہ کی صورت یہ ہوئی کہ جب خلیفہ معتصم باللہ نے امام احمد بن حنبل کو بلا کر مسئلہ خلق قرآن کی بابت ان کے رائے دریافت کی تو امام ممدوح نے آزادی کے ساتھ مسئلہ سے اختلاف کیا اور خلق قرآن کی بابت فتوی دینے سے انکار کر دیا۔ اس پر معتصم باللہ نے امام احمد بن حنبل کو قید خانہ میں بند کر دیا اور نہایت بے رحمی سے مارا پیٹا لیکن اس سے امام ممدوح کے عزم و استقلال میں کوئی فرق نہ آیا۔ یہ واقعہ آخر عشرہ رمضان 220ھ کا ہے۔

امام ممدوح کے اسی استقلال کو دیکھ کر علی بن شعیب طوسی نے یہ کہا ہے کہ احمد بن حنبل میرے نزدیک ان لوگوں میں سے ہیں جن کی نسبت حضورﷺ نے یہ فرمایا ہے کہ میری امت میں ایسے لوگ بھی ہوں گے جو بنی اسرائیل میں نہیں گزرے یہاں تک کہ اگر ان کے سروں پر آرے بھی چل جائیں تب بھی وہ اپنے دین سے نہیں پھریں گے۔

واقعہ یہی ہے کہ امام احمد بن حنبلؒ نے اپنی استقامت سے ایک بڑے فتنہ کا استیصال کر دیا۔ اگر وہ اس مسئلہ کی صحت پر فتوے دے دیتے تو ضرور دین اسلام کے اصول میں رخنہ پڑ جاتا اور ایک جدید فتنہ کا آغاز ہو جاتا۔

حافظ ابن القیمؒ کتاب مستطاب اعلام الموقعین عن رب العالمین میں اسی فتنہ

Marfat.com

بغداد کے متعلق لکھتے ہیں کہ بغداد میں امام اہل السنۃ علی الاطلاق احمد بن حنبل ہیں۔

تصانیف

امام احمد بن حنبل تصنیف کتب کو مکروہ جانتے تھے صرف حدیث کو جمع کرنا اس پر عمل کرنا اسی کو کافی سمجھتے تھے اور اپنے کلام اور کتاب سے کبھی راضی نہ ہوتے لیکن باوجود اس انکار اور ناخوشی کے چونکہ خداوند کریم ان کی نیک نیتی سے واقف تھا' اس وقت ان کی تصانیف سے تقریباً تیس کتابیں ہیں اور خداوند کریم کا ہم پر احسان ہے جس کی بدولت ہم ایسے مقدس بزرگواروں کا کلام دیکھتے اور سنتے ہیں اور ان کتابوں میں سے اگرچہ اکثر کتب کا اب پتا نہیں ہے تاہم آپ کی مسند آج بھی موجود ہے جو خاص وقعت سے دیکھی جاتی ہے۔ آپ کی ایک کتاب جامع کبیر تھی جس کی نسبت بیان کیا جاتا ہے کہ 32 جلدوں میں تھی۔ آپ کی تصانیف کے متعلق تشریح آگے کی جائے گی۔

امام حنبل کا فقہ اور اجتہاد

لوگوں کا مقولہ ہے کہ باوجود اس کے کہ ان کے فتوے اور اجتہاد سب سے جداگانہ ہیں لیکن جو لوگ کہ صاحب انصاف اور اہل علم ہیں اور اپنے وقت کے امام ہیں وہ باوجود اختلاف طبقات اور مخالفت مذہب ان کے اجتہاد کو وقعت اور تعظیم کی نظر سے دیکھتے ہیں اور زیادہ تر جناب امام احمد بن حنبل کے فتوے نصوص اور فتاوائے صحابہ سے اقرب پائے جاتے ہیں اور یہی حقیقت نہایت وقعت کی نظر سے دیکھی جاتی ہے۔ جب کبھی جناب امام حنبل کے عنوان میں تامل کیا جاتا ہے تو ان کے فتوے زیادہ تر وہی ہوتے ہیں جو صحابہ رضی اللہ عنہم نے دیئے یا بعض صحیح سے ثابت ہوئے۔ یہاں تک کہ جہاں کہیں اختلاف صحابہ پایا اس مقام پر جناب امام ہمام نے بھی اختلاف کیا ہے۔ اور جناب امام سے بھی اس مقام پر دو قول ثابت ہوئے۔ زیادہ تر جناب امام حنبل کے فتوے حدیث مرسل پر ہوتے ہیں۔

اسحٰق ابن ابراہیم بن ہانی اپنی کتاب مسائل میں فرماتے ہیں کہ عبداللہ بن احمد

Marfat.com

نے فرمایا کہ میں نے امام احمد سے عرض کیا کہ آپ کے نزدیک حدیث مرسل بہر حال بہتر ہے یا حدیث صحابہ و تابعین مرسل متصل پر جال فرمایا عن الصحابہ اعجب عنی۔

جناب امام احمد کے فتوے پانچ اصولوں پر مبنی تھے۔ ایک نصوص پر یعنی جب نص قطعی پاتے فتوے اس پر دیتے اور جانب مخالف کی طرف کچھ لحاظ نہ فرماتے۔ وہ مخالفت چاہے جس طریقہ کی ہو جس کسی نے کی ہو اور اسی وجہ سے آپ نے التفات نہ کیا۔ تیمم جنب میں حدیث عمار بن یاسر اور استدامت محرم خوشبو سے جو کہ احرام سے پیشتر استعمال کی جاوے لحدیث عائشہؓ غرضیکہ اسی طرح بہت سے مسائل ہیں جن میں صرف نص قطعی کا لحاظ کیا ہے اور کسی حدیث صحیح پر کسی عمل اور رائے اور قیاس کو مقدم نہیں کیا اور کسی مخالفت کے عدم علم سے اجماع پر حکم نہیں لگایا تاکہ حدیث صحیح پر مقدم کریں۔ بلکہ جہاں حدیث مل گئی تو وہ اس اجماع کی گویا تکذیب ہوگئی اور ایسے اجماع کو حدیث ثابت پر مقدم نہیں کیا۔

امام شافعیؒ نے بھی اپنے رسالہ جدیدہ میں اس امر پر زور دیا ہے کہ جس امر پر کوئی مخالف قول ہم کو نہ پہنچا ہو اس کو ہم اجماع نہیں کہہ سکتے ہیں۔

عبداللہ بن احمد فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے باپ امام احمد بن حنبل سے سنا ہے وہ فرماتے تھے کہ جو دعوے کرے اجماع کا وہ جھوٹ ہے اور جو شخص اجماع کا مدعی ہو وہ کاذب ہے کیونکہ ممکن ہے کہ اس معاملہ میں لوگوں نے اختلاف کیا ہو اور اس اختلاف کو اس نے نہیں جانا ہو اور اس تک وہ اختلاف نہ پہنچا ہو۔ بس اس کو چاہیے کہ ایسے مقام پر یہ جواب دے یعنی ہم کو نہیں معلوم کہ لوگوں نے ان سے اختلاف کیا یا نہیں اور یہی انسان کا دعویٰ ہو سکتا ہے۔

دوسری اصل امام احمد کی یہ تھی کہ جب وہ کوئی مسئلہ صحابہ سے پاتے جس کی مخالفت نہیں ہوئی اس مسئلہ سے تجاوز نہ کرتے اور سوائے اس کے فتوے نہ دیتے لیکن اس کے ساتھ ہی یہ بھی دعوے نہ کرتے کہ یہ اجماع ہے بلکہ ان کی احتیاط اس قدر بڑھی ہوئی تھی کہ اس مقام پر فرماتے لا اعلم شیئ یدفعہ یعنی اس کے سوا مجھ کو علم نہیں ہے

Marfat.com

جو اس قول کو رد کرے یا اسی قبیل سے کوئی اور لفظ استعمال فرماتے جیسا کہ روایت ابو طالب میں فرمایا: لا اعلم شأيد فع قول ابن عباس و ابن عمر واحد عشر من التابعين عطا و مجاهد واهل المدينة۔

اور اسی طرح انس بن مالک نے بھی فرمایا لا اعلم احد رو شهادت العبد حکاه عندالامام احمد جب امام احمد اسی طرح پر صحابہ سے پاتے کسی رائے اور قیاس اور عمل کو اس پر مقدم نہ کرتے۔

امام احمد بن حنبل کی تیسری اصل یہ تھی کہ وہ صحابہ کے اختلاف کی صورت میں اس قول پر عمل کرتے تھے جو کتاب وسنت سے قریب تر ہوتا اور ان کے اقوال سے کوئی نتیجہ نکال کر فتوے نہ دیتے۔ پس اگر موافقت اقوال معلوم نہ ہوتی تو خلاف اس کے بیان کر دیتے اور اس مسئلہ میں کسی ایک کے قول پر یقین بھی نہ کرتے۔

اسحٰق بن ابراہیم بن ہانی کہتے ہیں کہ امام احمد بن حنبل سے اگر مسئلہ مختلف فیہ اصحابہ میں سوال کیا جاتا تو وہ وہی جواب دیتے کہ جو کتاب وسنت سے قریب تر ہوتا اور ان کے اقوال سے کوئی نتیجہ نکال کر فتوے نہ دیتے۔ پس اگر موافقت اقوال معلوم نہ ہوتی تو خلاف اس کے بیان کر دیتے اور اس مسئلہ میں کسی ایک کے قول پر یقین بھی نہ کرتے اور ان کو اس امر کے یقین کا موقع نہ ملتا تو اس مسئلہ میں بالکل سکوت اختیار کرتے۔

چوتھی اصل امام احمد بن حنبل کی اخذ مرسل تھی اور حدیث ضعیف تھی چونکہ اس مقام پر کوئی ایسی چیز نہیں ہے جو دفع اشتباہ کرے جس سے قیاس پر ترجیح ہو اور نہ امام حنبل کے نزدیک حدیث ضعیف باطل اور منکر ہے اور نہ جس کے روات متہم ہوں اس سے استدلال لینا اسے جائز نہیں بلکہ حدیث ضعیف امام حنبل کے نزدیک قسم ہے اور یہ بھی ایک قسم اقسام حسن سے ہے اور حدیث کی تقسیم امام حنبل نے صحیح اور حسن اور ضعیف کی طرف نہیں کی بلکہ صرف صحیح اور ضعیف۔ اور ضعیف کے امام حنبل کے نزدیک چند مرتبے ہیں پس اگر نہ پایا جائے کوئی دافع اور نہ کسی کا قول اور نہ اس کے مخالف کا اجماع ہو۔ پس اس حدیث ضعیف پر عمل قیاس سے بہتر ہے۔ اگر چہ دیگر آئمہ اس اصول کے

Marfat.com

خلاف ہیں لیکن امام حنبل کا یہی مسلک تھا۔

اصل چہارم میں مختصراً اصول حدیث کا ذکر بھی مناسب ہے تاکہ معلوم ہو جائے کہ اصطلاح میں حدیث مرسل اور ضعیف کسے کہتے ہیں۔

علم حدیث: علم حدیث ایک علم ہے جس سے قول و فعل اور حال حضرت رسول مقبول ﷺ کا معلوم ہوتا ہے اس علم کا موضوع ذات کامل الصفات آنحضرت ﷺ کی ہے اور اس علم سے واضح صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین ہیں جنہوں نے آنحضرت ﷺ کے قول و فعل اور تقریر کو ضبط کیا ہے اور اس کی غایت سعادت دارین حاصل کرنا ہے۔ حدیث اس قول کا نام ہے جو آنحضرت ﷺ کی زبان مبارک سے نکلے یا وہ فعل جو آنحضرت ﷺ سے صادر ہوا ہو۔ یا وہ فعل جو کسی نے آنحضرت ﷺ کے سامنے کیا ہو۔ اور آنحضرت ﷺ نے اس سے منع نہ کیا ہو۔ پس جو زبان سے نکلا وہ حدیث قولی ہے اور جو فعل آنحضرت ﷺ سے صادر ہوا وہ فعلی ہے اور جو روبرو حضور ﷺ کے ہوا وہ حدیث تقریری ہے۔ پس جس حدیث کی سند آنحضرت تک پہنچی وہ مرفوع ہے اور اگر صحابہ تک پہنچی وہ موقوف ہے اور حدیث باعتبار روایت کے دو طرح پر ہے' متواتر اور احاد۔ متواتر وہ ہے جس کو ہر زمانہ میں راوی کثرت سے روایت کریں یہاں تک کہ دروغ کی نسبت اس کی طرف کرنا غیر ممکن ہو اور حدیث متواتر کا ہر خواص اور عوام کو یقین کامل ہوتا ہے۔ احاد وہ ہے جو کثرت کی حد کو نہ پہنچے اور اس کا حکم یہ ہے کہ اگر اس کی روایت میں دیانت اور راستی پائی جائے تو وہ مقبول ہے اور ایسی حدیث پر عمل کرنا واجب ہے اور اگر راستی اور دیانت متصور نہ ہو تو وہ مردود ہے اور مردود کو ضعیف بھی کہتے ہیں۔ اب اس کے بعد احاد کی تین قسمیں ہوئیں: مشہور' عزیز' غریب۔ مشہور وہ ہے جس کو ہر زمانہ میں تین راویوں یا تین سے زیادہ راویوں نے روایت کیا ہو اور عزیز وہ ہے جس کی روایت دو سے کم لوگوں نے کی ہو اور غریب وہ ہے کہ ہر زمانہ میں ایک ہی راوی ہو۔

حدیث احاد مقبول کی دو قسمیں ہیں' صحیح اور حسن۔

Marfat.com

صحیح: وہ ہے کہ راوی ثقہ ہو اور ان کے حافظہ میں کوئی خلل نہ ہو اور ہر زمانہ میں روایت ہو اور سند اس کی آنحضرت ﷺ تک متصل ہو اور کوئی عیب محقق نہ ہو اور معتبران فن نے اس سے مخالفت نہ کی ہو۔ اور اس صحیح کی سات قسمیں ہیں اول عمدہ متفق علیہ جو صحیحین میں وارد ہو دوسری تنہا بخاری نے روایت کی ہو تیسرے صرف مسلم نے چوتھے حسب شرائط بخاری اور مسلم نے پانچویں حسب شرائط تنہا بطور خود بخاری نے چھٹے حسب شرائط تنہا بطور خود مسلم نے ساتویں علاوہ بخاری کے دیگر اہل حدیث نے اس کو صحیح جانا ہو۔

حسن: وہ حدیث ہے جو بطور حدیث صحیح کے ہو لیکن ان کے راویوں کا حافظہ ویسا صحیح نہ ہو جیسے حدیث صحیح کے راویوں کا حافظہ ہے اگرچہ حدیث حسن مقبول اور واجب العمل ہے لیکن صحیح کا مرتبہ نہیں رکھتی۔

مردود: جو ایک قسم ہے احادیث کی جس کو ضعیف بھی کہتے ہیں۔ وہ حدیث جو کہ مخالف صحیح اور حسن کے ہو خواہ اس کی اسناد میں راوی ساقط ہوں یا مطعون ہوں۔ پس ابتدائے سند سے راوی ساقط ہیں تو وہ معلق ہے اور اگر انتہا سے ساقط ہو تو وہ مرسل ہے اور اگر دو راوی ایک ہی جگہ سے ساقط ہوں اس کو معضل کہتے ہیں ورنہ منقطع اور منقطع وہ ہے جس کو تبع تابعی صحابی سے روایت کرے اور تابعی کو چھوڑ دے اور مراد طعن راوی سے یہ ہے کہ راوی دروغ گو ہو۔ پس حدیث اس راوی کی موضوع کہلاتی ہے اور اگر تہمت دروغ کی اس راوی پر کی جائے تو اس حدیث کو متروک کہتے ہیں۔ اگر راوی نے بہت غلط کہا ہے غافل ہے یا کثیر الوہم ہے یا روایت کی مخالف اس شخص کے جس کا ضعف کم ہے پس حدیث ایسے راوی کی منکر ہے اور اس کا مقابل معروف ہے اور راوی ان دونوں قسموں کے ضعیف ہیں۔ مضطرب وہ حدیث ہے جس کی روایت میں تھوڑا سا اختلاف ہو خواہ متن میں خواہ سند میں۔ معلل وہ حدیث ہے جو بظاہر عیوب سے پاک ہے لیکن باطن میں ہر قسم کا طعن ہو۔ مدارج وہ حدیث ہے جس میں راویوں نے اپنی طرف سے اپنا کلام شریک کر دیا ہو مسند وہ حدیث ہے جس میں اسامی راویوں کے مذکور

Marfat.com

ہوں۔ معنعن وہ حدیث ہے جو لفظ عن سے روایت کی جائے مثلاً عن فلاں عن فلاں۔ شاذ وہ ہے جس کا راوی ثقہ ہے لیکن مخالف ثقات کے روایت کرتا ہے پس جو قسم شاذ سے راجح ہے اس کو محفوظ کہتے ہیں۔ اور مرجوع ہے تو شاذ ہی لیکن روایت دونوں قسموں کی قوی ہیں اگرچہ اصطلاح حدیث کثیر ہیں۔ اصل چہارم کی تشریح کے واسطے اس قدر بیان کافی ہوگا۔

پانچویں اصل امام احمد بن حنبل کی قیاس ہے اور اس کو استعمال فرماتے تھے مگر بضرورت۔ کتاب خلال میں فرمایا ہے کہ امام شافعی سے میں نے قیاس کی نسبت دریافت کیا۔ فرمایا: انما یصار الیه عند الضرورت۔ پس یہ پانچ اصول ان کے فتوے کے اصول ہیں اور مدار فتوے کا انہی اصول پر تھا اور کبھی توقف کرتے۔ فتوے پر بنا بر تعارض ادلّہ کے یا بنا بر اختلاف صحابہؓ یا بنا پر عدم اطلاع خود اور جائز رکھتے تھے استفتائے فقہائے حدیث کا اور اصحاب مالک کا اور اسی طریق پر خود بھی فتوے دے دیتے اور منع فرماتے ایسے استفتے سے جو کہ خلاف حدیث ہوتا اور نہ اس پر اپنے مذہب کی بنا کرتے اور نہ اس فتوے پر عمل جائز رکھتے۔

ابن ہانی فرماتے ہیں کہ امام احمد سے میں نے اس حدیث کو دریافت کیا۔

اجرا کم علی الفتیها اجرا کم علی النار۔ فرمایا یفتی بما لم یسمع

مسند امام احمد بن حنبل

امام احمد بن حنبل کی تصنیفات میں سے اکثر کتب مفیدہ ہیں من جملہ ان کے مسند امام احمد بن حنبل ہے جس کی ترتیب ان کی حیات میں پورے طور سے نہ ہوئی اور نہ اس کا مسودہ صاف ہوا اور بعض مؤرخین کا بیان یہ ہے کہ امام احمد بن حنبل نے اپنی کتاب مسند میں 80 ہزار حدیثیں جمع کی تھیں اور ایک روایت میں ہے کہ امام ممدوح نے فرمایا تھا کہ میں نے اپنی کتاب مسند کو پچاس ہزار سات سو حدیثوں سے منتخب کر کے مرتب کیا ہے اور ایک روایت یہ ہے کہ امام احمد بن حنبل نے ڈیڑھ لاکھ احادیث میں

Marfat.com

سے صرف تیس ہزار حدیثیں منتخب کی تھیں علیٰ ہذا ایک تفسیر نہایت مبسوط ہے۔ اور کتاب الزہد اور کتاب ناسخ منسوخ منسک کبیر اور منسک صغیر حدیث شعبہ اور فضائل صحابہ، تاریخ اور کتاب الاشربہ وغیرہم یہ سب کتابیں نہایت مفید اور قابل قدر ہیں۔

بستان المحدثین میں لکھا ہے کہ تمام تصنیفات اصول مذہب یا ماخذ میں واقع نہیں ہوئیں جیسا کہ موطا ہے بلکہ از قبیل فوائد دینیہ کے ہیں جس میں تمام محدثین شریک ہیں۔

وفات

یوم وفات امام احمد روز جمعہ بارھویں ربیع الاول ہے اور نیز یہ بھی روایت ہے کہ تیرھویں ربیع الاول۔ بعض ربیع الثانی 241ھ بیان کرتے ہیں۔ بغداد میں مقبرہ باب حرب میں مدفون ہوئے اور باب حرب منسوب ہے حرب بن عبداللہ مکی کے نام سے جو کہ اصحاب ابی جعفر منصور سے ہیں۔ حربیہ محلّہ بھی اسی نسبت سے کہتے ہیں۔ امام احمد حنبل کی قبر شریف اس مقام پر مشہور ہے لوگ اس کی زیارت کے لیے آتے ہیں۔
لوگوں نے امام عالی مقام کے جنازہ کے ہمراہیوں کو شمار کیا تو معلوم ہوا کہ آٹھ لاکھ مرد اور ساٹھ ہزار عورتیں جنازہ کے ہمراہ تھیں۔ کہتے ہیں کہ بروز وصال بیس ہزار نصرانی اور یہودی اور مجوسی مسلمان ہوئے۔

امام احمد بن حنبل کے فضائل

1- منقول ہے کہ امام احمد بن حنبل نے سو مرتبہ حق تعالیٰ کو خواب میں دیکھا ایک مرتبہ دریافت کیا کہ خداوند کریم تیری قربت کس طرح ہو سکتی ہے ارشاد ہوا کہ تلاوت قرآن پاک سے۔ عرض کیا کہ سمجھ کر پڑھنے سے؟ ارشاد ہوا کہ سمجھے یا بغیر سمجھے ہر صورت میں تلاوت کلام پاک باعث قربت ہے۔

2- امام ممدوح کے توکل واستغنا کا یہ عالم تھا کہ ایک مرتبہ حسن بن عبدالعزیز کے ترکہ میں تین لاکھ اشرفیاں مصر سے آئیں۔ ان میں سے تیس ہزار

Marfat.com

اشرفیاں انہوں نے امام ممدوح کی خدمت میں بھیج کر استدعا کی کہ مجھ کو یہ اشرفیاں جائز وحلال طریقہ پر ملی ہیں ان کو قبول فرمائیے اور اہل و عیال پر خرچ فرمائیے۔ امام ممدوح نے اشرفیاں واپس کر دیں اور کہلا بھیجا کہ مجھ کو اس کی ضرورت نہیں ہے۔

مذہب حنبلی پر ایک نظر

امام حنبل کا مذہب آخر ایک ہزار ہجری تک اقطار ارض میں باقی تھا۔ اگرچہ اب بھی نہایت قلت کے ساتھ اطراف عالم میں پھیلا ہے۔ تاہم امام عالی مقام کا مذہب باوجود قوت اور شدت موافقت اور کتاب وسنت کے اور کثرت حفاظ ومحدثین کے مطبوع عام نہ ہوا اور آئمہ ثلاثہ کے آگے ان کا چراغ روشن نہیں ہوا۔ کتاب ''انصاف فی سبب اختلاف'' میں لکھا ہے کہ مذہب امام احمد بن حنبل کا اگرچہ قلیل ہے لیکن اعتبار قدامت اور قوت کے افضل ہے اور یکے بعد دیگرے ہر طبقہ میں مجتہد گزرے اور یہ عروج اور سلسلہ اتحاد مجتہدین کا ساتویں صدی ہجری تک باقی رہا۔ ساتویں صدی کے بعد ان کے مذہب کی اشاعت میں اضمحلال آ گیا لیکن بہت کم۔ مصر اور بغداد میں حنبلی پائے جاتے ہیں تاہم امام شافعی کے مقابلہ میں وہاں بھی ایسا موازنہ کیا جاتا جیسا کہ امام یوسف کا مذہب بمقابلہ امام ابوحنیفہ کے پایا جاتا ہے اس خیال سے بغداد اور مصر میں بھی یہ نہیں کہا جاسکتا کہ امام احمد بن حنبل کا مذہب عموماً پایا جاتا ہے لیکن ضعف کی وجہ سے ایسا حکم نہیں لگا سکتے کہ قلت مذہب امام احمد موجب نقص کا ہے کیونکہ قوت مذہب مبنی بر دلیل ہے نہ کہ مبنی بر کثرت مقلدین بلکہ قلت اہل حق۔ یہ ایک دائمی قاعدہ ہے کیونکہ خداوند کریم کا ارشاد ہے۔ قلیلاً من عبادی الشکور اور دوسرا قول یہ ہے کہ الا الذین امنوا و عملوا الصالحات وقلیل ماھم. پس غرض اثبات حق سے ہے اور اشاعت حق میں اگر متمسک اس حق کے قلیل ہی کیوں نہ ہوں گو اس کے مخالف بھی اکثر ہوں۔

Marfat.com

سفیان ثوری فرماتے ہیں کہ اگر ایک فقیہہ کسی پہاڑی کی چوٹی میں قیام گزین ہے وہ حکم ایک جماعت کا رکھتا ہے اور فرمایا: حیث قام قام به الجماعة یعنی جب وہ کھڑا ہوتا ہے تو گویا اس کے ساتھ ایک جماعت کھڑی ہوگئی اور خداوند کریم کا قول ہے۔ ان ابراهيم كان امة اور حدیث شریف میں آیا ہے۔

الخير كثيرا ومن يعمل به قليل والخير كثير اوفاعله قليل

الحاصل یہ مذہب فقہا اور صاحب انصاف کے نزدیک نہایت معتبر اور قوی مذہب ہے اور اتباع سنت اور اجتناب بدعت اس میں زیادہ ہے۔

ابوعبداللہ سفیان ثوری اکثر تذکروں میں پائے گئے ہیں جن کی رائے فقہا کے بارے میں نہایت صائب دیکھی گئی۔ لہٰذا ان کا مختصر حال ہم کو لکھ دینا چاہیے تاکہ معلوم ہو کہ یہ کس وقعت اور کس مرتبہ کے اس وقت کے علماء میں شمار کیے جاتے تھے۔ سفیان ثوری کا نسب شریف اس سلسلہ سے ہے۔

ابوعبداللہ سفیان بن سعید بن مسروق بن حبیب بن رافع الثوریؒ الکوفی۔ اپنے زمانہ کے امام علم حدیث تھے۔ ان کے زہد و اتقا اور ثقاہت پر سب کا اجماع تھا اور آئمہ مجتہدین میں شمار کیے جاتے تھے۔ خطیب بغدادی نے مشکوۃ کے اسماء رجال میں امام مسلمین لکھا ہے۔ اپنے زمانہ میں علم فقہ اور حدیث اور اجتہاد میں جامع شمار کیے جاتے تھے۔ اور کسی نے اسلام کے اقطاب میں ان کے اوصاف مذکورہ بالا میں ذرا سا بھی اختلاف نہیں کیا ہے۔ ان کی ولادت سلیمان بن عبدالملک کے زمانہ 99ھ میں ہوئی۔ ایک خلائق کثیر نے آپ سے سماعت حدیث کی۔ معمر اور اوزاعی اور ابن جریج مالک شعبہ ابن عیینہ فضیل بن عیاض علاوہ ان کے ایک کثیر جماعت نے حدیث سنی۔

ابن خلکان لکھتے ہیں کہ شیخ ابوالقاسم جنید سفیان ثوری کے مذہب پر تھے۔ سفیان بن عیینہ فرماتے ہیں کہ میں نے ایسا شخص نہیں دیکھا جو حلال و حرام کے معاملہ میں اس سے زیادہ علم رکھتا ہو' سفیان ثوری نے سماعت حدیث ابی اسحاق سبیعی اور اعمش اور ان کے طبقہ کے لوگوں سے کی اور سماعت حدیث سفیان ثوری سے محمد بن اسحاق اور

Marfat.com

ان کے طبقہ کے لوگوں نے کی۔ مسعودی نے مروج الذہب میں لکھا ہے کہ قعقاع بن حکیم سے روایت ہے کہ خلیفہ مہدی کے پاس میں بیٹھا تھا کہ سفیان ثوری تشریف لائے اور جیسا کہ عوام اہل اسلام کو سلام کیا جاتا ہے اسی طرح مہدی کو بھی سلام کیا جس سے یہ معلوم ہوتا تھا کہ مہدی کی خلافت کو انہوں نے تسلیم نہیں کیا۔ ربیع مہدی کے سرھانے شمشیر ٹیکے کھڑا تھا کہ خلیفہ مہدی جس کی نسبت حکم کرے میں اس کی گردن سے سر جدا کردوں۔ حکم کا صرف منتظر تھا۔ ایسی بے عنوانی اگرچہ ربیع کو بہت ناگوار گزری لیکن مہدی نہایت کشادہ پیشانی سے سفیان ثوری سے مخاطب ہوا کہ اے سفیان تم مجھ سے ادھر اُدھر بھاگتے پھرتے ہو اور کیا تم کو اس امر کا گمان ہے کہ اگر میرا کوئی آوردہ تمہارے ساتھ بدسلوکی کرے گا تو کیا میں اس پر قادر نہ ہوں گا۔ اب بتاؤ اس وقت تم میرے قبضہ میں ہو شرط کہ تمہاری اس بے اعتنائی کا تم سے بدلہ لوں۔ کیا اس وقت میرے دربار میں بے خوف کھڑے ہو اور کوئی خطرہ تم کو نہیں' سفیان نے کہا آپ کو اختیار ہے جو چاہے آپ حکم فرمائیے مگر ایک دوسرا حاکم بھی آپ سے بالاتر ہے۔ وہ حاکم علی الاطلاق حق و باطل میں خوب فیصلہ کرتا ہے وہ ویسا ہی حکم تیرے حق میں کرے گا جیسی حکومت تو میری نسبت کرسکتا ہے۔ ربیع سے مارے غصہ کے اب نہ رہا گیا طیش میں آ کر کہا اے امیر المومنین ایسے جاہل کو جو آپ سے ایسی بے ادبی اور گستاخی کے ساتھ کلام کرتا ہے آپ کا حکم ہو تو ابھی اس کی گردن اڑادوں۔

مہدی نے چیں بہ چیں ہو کر کہا کہ تم کو اس معاملہ میں کچھ دخل نہیں تم خاموش رہو اگر میں ایسے برگزیدہ لوگوں سے بدسلوکی کروں تو شقی ہوں اور سفیان کی نسبت حکم لکھوایا کہ میں نے ان کو کوفہ کا قاضی کیا اور حکم لکھوایا کہ میں نے ان کو کوئی ان کے احکام پر اعتراض نہ کرے۔ سفیان اس فرمان کو لے کر جب باہر نکلے تو دریائے دجلہ میں اس حکم نامے کو ڈال دیا اور خود اس شہر سے بھاگ گئے ہرچند اطراف وجوانب میں تلاش کیا مگر اب ان کا کون پتا پاسکتا ہے۔ آخر الامر جب ان کا پتا نہ لگا تو ان کی جگہ پر شریک بن عبداللہ تمیمی کو منسوب کیا۔

Marfat.com

ابی صالح شعیب بن حرب مدائنی ایک سادات عظام اور اکابر آئمہ دین سے ہیں۔ نقل کرتے ہیں کہ وہ فرماتے تھے کہ میرا گمان ہے کہ سفیان ثوری کو بروز قیامت خداوند کریم کی طرف سے حجت میں پیش کیا جائے گا کہ اہل محشر اگر تم نے اپنے رسول مقبول ﷺ کو نہیں دیکھا تو کیوں سفیان ثوری کو نہیں دیکھا۔ اور اسکی اقتدا نہ کی۔ 161ھ میں انتقال فرمایا اور عشا کے وقت دفن کیے گئے۔

❖....❖....❖

Marfat.com

امام دارمی
ابو محمد عبداللہ بن عبدالرحمٰن دارمی

سنن دارمی کے جامع ابو محمد عبداللہ بن عبدالرحمان بن الفضل بن بہرام سمرقندی حفاظ حدیث اور علماء کبار میں سے ہیں۔ زہد وورع اور دیانت وامانت میں اپنے زمانہ میں اپنی نظیر نہ رکھتے تھے۔ 181ھ میں مشہور خلیفہ عباسی ہارون رشید کے عہد حکومت میں سمرقند کے اندر پیدا ہوئے' تربیت اور ابتدائی تعلیم سمرقند ہی میں حاصل کی اس کے بعد جمع احادیث کا شوق ہوا اور ممالک اسلامیہ کا سفر کیا۔ مشائخ وقت سے حدیث سیکھی اور برسوں اس میں مشغول اور مصروف رہے۔

جمع حدیث کے بعد آپ کو سنن دارمی کی ترتیب وتدوین کا خیال پیدا ہوا اور آپ نے بے شمار احادیث میں سے کافی غور وخوض اور تحقیق اسناد ومتون کے بعد سنن دارمی کو زمانہ حال کے مطابق مرتب کیا۔ دارمی ایک قبیلہ کا نام ہے جس سے آپ کا تعلق تھا۔ اس قبیلہ کے نام پر آپ کی کتاب سنن دارمی کے نام سے مشہور ہوئی اور علماء کرام اور محدثین عظام نے اس کی غیر معمولی تحسین وتعریف کی۔ واقعہ یہ ہے سنن دارمی کتب احادیث میں بہترین کتاب ہے اور اس میں جامع کتاب نے پوری دیانت وامانت اور تحقیق کا ثبوت دیا ہے۔

سنن دارمی کے مؤلف ابو محمد عبداللہ بن عبدالرحمٰن نے اپنی کتاب میں یزید

Marfat.com

بن ماجہ' جامع سنن ابن ماجہ' حیان بن ہلال' نضر بن شمیل اور حیاۃ بن شریح سے روایات کی ہیں اور دارمی سے مشہور مشائخ حدیث مثل مسلم بن حجاج قشیری صاحب صحیح مسلم اور ابوعیسیٰ صاحب صحیح ترمذی روایت کرتے ہیں۔

محدثین کا بیان ہے کہ دارمی نے اپنی کتاب سنن دارمی میں پندرہ احادیث ایسی درج کی ہیں جن کا سلسلہ حضورﷺ تک صرف تین واسطوں سے پہنچا ہے یعنی دارمی نے پندرہ احادیث صرف تین واسطوں سے حضورﷺ سے روایت کی ہیں اور یہ ایسا شرف ہے جو بہت کم محدثین کو حاصل ہوا ہے۔

بعض محدثین اور علمائے کرام سے منقول ہے کہ دنیائے اسلام میں صرف چار ایسے شخص گزرے ہیں جن کا حافظہ انتہا درجہ کا قوی اور معتمد اہل خواص وعوام تھا۔ ان میں سے ایک محمد بن اسماعیل بخاری دوسرے امام ابوزرعہ تیسرے مسلم بن الحجاج جامع صحیح مسلم اور چوتھے ابومحمد بن عبداللہ بن عبدالرحمان جامع سنن دارمی۔

ابوعبداللہ بن عبدالرحمٰن صاحب سنن دارمی عمر میں امام بخاری سے بڑے تھے اور امام بخاری آپ سے غیر معمولی محبت وعقیدت رکھتے تھے چنانچہ مؤرخین کا بیان ہے کہ جب امام بخاری کو امام دارمی کی وفات کی خبر ملی تو انہوں نے سر جھکا لیا اور دیر تک خاموش اور فکر مند رہے اور پھر انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھ کر رونے لگے۔

ابوالمعتمد محدث سے کسی نے امام احمد بن حنبل کی شخصیت کے متعلق دریافت کیا۔ انہوں نے جواب میں کہا کہ "میں احمد بن حنبل کو نہیں جانتا ہاں اتنا جانتا ہوں کہ احمد بن حنبل نے ہمارے بھائیوں کو غیبت میں دور دراز پھینک دیا ہے۔ پھر کہا کہ اگر تم کسی شخص کا اتباع کرنا چاہتے ہو تو عبداللہ بن عبدالرحمٰن جامع سنن دارمی کا اتباع کرو۔ ہاں اس سردار کا اتباع تمہارا فرض ہے" اس سردار کی اطاعت تم پر واجب ہے اور یہی وہ عالم اور محدث ہے جس پر اعتماد کیا جا سکتا ہے۔

امام دارمی نے چہتر سال کی عمر پائی اور 255ھ میں عباسی خلیفہ المعتز یا المہدی کے عہد میں انتقال فرمایا۔

Marfat.com

امام دار قطنی
ابوالحسن علی بن عمر الدار قطنی

سنن دار قطنی کے جامع ابوالحسن علی بن عمر دار قطنی مشہور آئمہ حدیث میں سے ہیں۔ شاہ عبدالحق صاحب محدث دہلوی اشعتہ اللمعات میں لکھتے ہیں کہ امام دار قطنی اپنے وقت کے حافظ حدیث علامہ مشہور فاضل و محدث کامل و عالم فرید عصر اور وحید دہر تھے علم حدیث علل حدیث کی معرفت اسماء رجال اور روات حدیث میں اپنے وقت میں اپنی نظیر نہ رکھتے تھے' صدق دیانت' ثقہ وعدالت اور صحت اعتقاد میں عوام وخواص کے اندر مشہور و معتمد علیہ تھے۔

واقعہ یہ ہے کہ امام دار قطنی جس درجہ کے حافظ حدیث نبوی تھے ان کے بعد پھر کوئی ایسا شخص پیدا نہیں ہوا۔ چنانچہ شاہ عبدالحق صاحب نے لکھا ہے کہ فن حدیث کے نکات کی معرفت امام دار قطنی پر ختم ہوگئی اور ان جیسا محدث کامل الفن پھر کوئی پیدا نہ ہوا۔

امام دار قطنی شہر بغداد کے محلہ دار قطن میں 305ھ میں عباسی خلیفہ المقتدر باللہ کے عہد حکومت میں پیدا ہوئے دار قطن بغداد میں روئی کی منڈی تھی اسی منڈی میں آپ کا مکان تھا اس لیے دار قطنی کے نام سے مشہور ہوئے۔

Marfat.com

ابتدائے تعلیم آپ نے بغداد میں حاصل کی اور پھر علوم وفنون کی تحصیل کے لیے کوفہ' بصرہ' شام واسط اور مصر وغیرہ کا سفر اختیار کیا اور عرصہ دراز تک ان مقامات میں تعلیم حاصل کی اور تفسیر' فقہ' ادب اور شعر میں وہ کمال حاصل کیا کہ اپنے وقت کے امام بن گئے۔

علوم وفنون کی تکمیل کے بعد آپ نے حدیث سیکھی اور اس زمانہ کے مشائخ حدیث وروات حدیث سے کافی وقت صرف کر کے استفادہ کیا پھر مسند درس پر جلوہ فرما ہوئے۔ اس زمانہ کے بڑے بڑے علماء نے ان سے علوم وفنون اور حدیث کو حاصل کیا۔ شاہ عبدالحق صاحب محدث دہلوی اشعتہ اللمعات میں لکھتے ہیں کہ امام دار قطنی کے شاگردوں میں سے مشہور اشخاص حافظ ابونعیم ابوبکر برقانی' جوہری' قاضی ابومطیب طبری اور حاکم ابوعبداللہ نیشا پوری جیسے علماء کرام ہیں۔

حاکم ابوعبداللہ نیشاپوری سے کسی نے پوچھا کہ دار قطنی جیسا محدث کامل الفن تم نے اور بھی دیکھا ہے؟ حاکم نے جواب دیا ''خود امام دار قطنی نے اپنا مثل کوئی نہیں دیکھا میں کیونکر ان جیسا کوئی شخص دیکھ سکتا تھا۔''

امام دار قطنی کی کتاب سنن دار قطنی حدیث کی مشہور و مستند کتاب اور اس اعتبار سے یگانۂ روزگار تالیف ہے کہ اس میں اسماء روات اور طبقات روات کی تحقیقات نہایت محنت اور کوشش سے کی گئی ہیں۔ بلکہ یوں کہنا چاہیے کہ اسماء رجال اور طبقات روات کی تحقیقات کا آپ نے خاتمہ کر دیا ہے۔

امام دار قطنی نے 80 سال کی عمر پائی اور عباسی خلیفہ القادر باللہ کے عہد حکومت میں 22 ذی قعدہ 385ھ میں بغداد کے اندر انتقال فرمایا اور وہیں دفن ہوئے۔

❖....❖....❖

Marfat.com

امام بیہقی
ابوبکر احمد بن حسین بیہقی

سنن بیہقی کے مؤلف امام ابوبکر احمد بن الحسین البیہقی کی نسبت شاہ عبدالحق صاحب محدث دہلوی اشعتہ اللمعات میں لکھتے ہیں کہ امام بیہقی اپنے وقت میں حدیث و فقہ کے پیشوا و مقتداء تھے۔ علوم وفنون کی تحقیقات انہوں نے انتہائی درجہ تک پہنچا دی تھی اور مناظرہ و مباحثہ کے فن میں یگانہ روزگار تھے۔ اس سلسلہ میں انہوں نے جو خدمات انجام دیں ان میں دیانت وانصاف کا پورا پورا لحاظ رکھا اور کسی امر میں دیانت و امانت سے انحراف نہیں کیا۔

امام بیہقی عباسی خلیفہ القادر باللہ کے عہد حکومت میں شعبان 184ھ میں مقام بیہق میں پیدا ہوئے اور بعض کہتے ہیں شہر بیہق کے موضع خرجرد میں پیدا ہوئے بیہق ایک شہر کا نام ہے جو نیشا پور کے قریب واقع ہے۔

ابتدائی تعلیم آپ نے وطن میں حاصل کی اور پھر ممالک اسلامیہ کے مشائخ و علماء کی طرف رجوع کیا اور علوم وفنون میں غیر معمولی دستگاہ بہم پہنچائی مؤرخین کا بیان ہے کہ امام بیہقی نے فقہ کی تعلیم شیخ سہل صعلوکی سے حاصل کی تھی جو خراسان کے ایک زبردست عالم وفاضل تھے اور خراسان واطراف میں ان کا اتنا علمی اقتدار تھا کہ کوئی شخص حضورﷺ کی کوئی حدیث بلاسند اور ان کی اجازت کے بغیر بیان نہیں کرسکتا تھا اور نہ ان کی

Marfat.com

درس گاہ سے کسی کو اس امر کی اجازت تھی کہ وہ کسی حدیث میں کسی قسم کا تصرف کر سکے۔

شاہ عبدالحق صاحب محدث دہلوی نے اشعۃ اللمعات میں لکھا ہے کہ امام بیہقی نے حدیث کو حاکم ابوعبداللہ نیشاپوری مصنف تاریخ نیشاپور' ابوطاہر محمد بن زیادی ابن فورک اور ابوعبداللہ السلمی سے حاصل کیا تھا جو اپنے وقت کے مشہور محدث اور اکابر علماء میں سے تھے۔

امام بیہقی دنیائے اسلام کے ان مشہور مصنفین میں سے ہیں جن کی تصانیف سے مسلمانوں کو غیر معمولی فائدہ پہنچا ہے۔ مؤرخین نے آپ کی تصانیف کی تعداد ایک ہزار تک بتائی ہے جو مختلف علوم وفنون پر جامع کتابیں ہیں۔

ایک مشہور عالم کا قول ہے کہ دنیائے اسلام میں صرف سات مصنفین ایسے ہوئے ہیں جن کی قابل قدر تصانیف سے دنیائے اسلام نے بہت فائدہ اٹھایا ہے۔ ان میں سے ایک دار قطنی ہیں۔

دوسرے حاکم ابوعبداللہ نیشاپوری ہیں' تیسرے ابومحمد عبدالغنی بن سعید ازدی مصری ہیں' چوتھے ابونعیم احمد بن عبداللہ اصفہانی ہیں' پانچویں ابوعمر بن عبدالبر یمری حافظ ہیں جو مغرب اقصیٰ مراکش وغیرہ کے امام ہیں' چھٹے ابوبکر احمد بن الحسین البیہقی ہیں اور ساتویں خطیب ابوبکر احمد علی بن علی بغدادی مصنف تاریخ بغداد ہیں۔

امام بیہقی کی تصانیف میں سے جس قدر کتابیں اس وقت موجود ہیں ان میں سے اہم کتب یہ ہیں:-

1- کتاب مبسوط 2- کتاب السنن 3- کتاب دلائل النبوۃ 4- کتاب معرفۃ علوم الحدیث 5- کتاب البعث والنشور 6- کتاب آداب 7- کتاب فضائل صحابہ 8- کتاب فضائل اوقات 9- کتاب شعب الایمان 10- کتاب خلافیات۔

امام بیہقیؒ نے بہتر سال کی عمر پائی اور عباسی خلیفہ القائم بامر اللہ کے عہد حکومت میں 456ھ میں نیشاپور میں وفات پائی اور جنازہ کو ان کے وطن موضع خرجردیا بیہق میں لے جا کر 10 جمادی الاول 256ھ کو دفن کیا گیا۔

❖....❖

Marfat.com

امام عبدری

ابوالحسن زرین بن معاویہ

تجرید فی الجمع بین الصحاح کے مؤلف ابوالحسن زرین بن معاویہ عبدری مشہور محدث ہیں جن کی تجرید کتب حدیث میں معتبر کتاب ہے۔ان کو عبدری اس لیے کہتے ہیں کہ یہ قریش کے مشہور قبیلہ عبدالدار بن قُصّی سے تعلق رکھتے ہیں۔

ان کی تاریخ پیدائش معلوم نہیں ہوئی اپنے وقت کے اکابر علماء میں سے ہیں اوران کی کتاب تجرید فی الجمع بین الصحاح علم حدیث میں ایک خاص درجہ رکھتی ہے۔

زرین بن معاویہ بڑے بزرگ اور مرجع خاص و عام تھے زہد' قناعت اور توکل میں خاص درجہ رکھتے تھے۔انہیں علم حدیث کی اشاعت کا بدرجۂ اتم شوق تھا۔اور علم وحدیث میں ایک خاص درجہ رکھتی ہے۔

زرین بن معاویہ نے عباسی خلیفہ المرشد باللہ کے عہد حکومت 520ھ میں وفات پائی۔

❖....❖....❖

Marfat.com

امام شیبانی (محمد)

ابو عبداللہ محمد بن الحسن بن فرقد

علماء نے امام محمد بن حسن شیبانی، شاگرد امام ابو حنیفہ کو آئمہ فقہ میں شمار کیا ہے۔ محدثین کی جماعت میں ان کا ذکر نہیں کیا لیکن حقیقت میں یہ زیادتی ہے۔ بلاشبہ امام محمدؒ فقہ حنفی کے آئمہ میں سے تھے لیکن اس حقیقت سے بھی انکار نہیں کیا جا سکتا کہ امام ممدوح نے حدیث کو امام مالک اور دوسرے مشائخ حدیث سے حاصل کیا اور امام مالک کی کتاب مؤطا کو ایک نئے قالب میں ڈھال کر ایک جداگانہ چیز کی صورت میں پیش کیا اور اس حیثیت سے کہ وہ امام فقہ ہیں امام حدیث بھی ہیں۔ ان کا ذکر اس کتاب میں ضروری ہے۔

ولادت

امام محمد بن حسن شیبانی کا اصلی وطن جزیرہ ہے آپ کے والد حسن شامی ہیں۔ 132ھ میں آپ واسط میں پیدا ہوئے جب کہ اسلامی حکومت دور انقلاب سے گزر رہی تھی۔ بنی امیہ کی خلافت کا چراغ گل ہو رہا تھا اور کوفہ میں بنو عباس کے پہلے تاجدار ابو العباس السفاح کا اقتدار قائم ہو رہا تھا۔

Marfat.com

تعلیم وتربیت

امام محمد نے کوفہ میں پرورش وتربیت حاصل کی اور ابتدائی تعلیم بھی وہیں حاصل کی۔ پھر علوم وفنون کی تحصیل میں مشغول ہوئے اور کوفہ کے جلیل القدر علماء وفقہاء محدثین سے علوم واحادیث کو حاصل کیا۔ انہیں ایام میں ابوحنیفہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ان سے حدیث وفقہ کو سیکھا۔

مختلف حالات

1- مولوی عبدالحی صاحب لکھنوی مؤطا امام محمد کی شرح میں لکھتے ہیں کہ امام محمد کا اصلی وطن دمشق کے قریب ایک گاؤں تھا جس کا نام حرستا تھا۔ ان کے والد حسن شیبانی عراق سے چلے آئے تھے اور عراق ہی میں واسط کے مقام پر امام محمد پیدا ہوئے اور کوفہ میں پرورش پائی۔ امام ابوحنیفہ کی شاگردی اختیار کی اور حدیث کو معر بن کدام' سفیان ثوری' عمر بن دینار مالک بن مغول' مالک بن انس اوزاعی' ربیعہ بن صالح بکیر اور قاضی ابو یوسف سے حاصل کیا اور پھر بغداد میں اقامت اختیار کی اور درس کا سلسلہ جاری کیا۔

امام شافعی محمد بن ادریس' ابوسلیمان موسیٰ بن سلیمان جوزجانی' ہشام بن عبداللہ رازی' ابوعبید قاسم بن سلام' علی بن مسلم طوسی' ایوب ان کے خاص شاگرد ہیں۔

2- ہارون رشید عباسی خلیفہ نے امام محمد کو رقہ کا قاضی مقرر کیا اور انہیں ایام مین آپ نے رقیات نام سے ایک کتاب لکھی۔ کچھ عرصہ ہارون رشید نے ان کو ان کے منصب سے معزول کردیا اور آپ بغداد تشریف لے آئے۔

3- امام محمد کا بیان ہے کہ میرے والد نے تیس ہزار درہم ترکہ میں چھوڑا تھا ان میں سے پندرہ ہزار درہم تو میں نے علم نحو اور فن شعر پر صرف کردیئے

Marfat.com

اور پندرہ ہزار درہم علم حدیث۔ پر ایک اور موقعہ پر امام محمد نے بیان کیا کہ میں تین سال سے زیادہ امام مالک کی خدمت میں رہا اور میں نے سات سو حدیثوں سے زیادہ امام مالک سے سُنیں۔ مؤرخین کا بیان ہے کہ بغداد میں جب امام محمد حدیث کا درس دیتے اور امام مالک سے حدیث روایت کرتے تو ان کے مکان میں اس قدر ہجوم ہو جاتا کہ لوگوں کو بیٹھنے کی جگہ نہ ملتی۔ امام محمدؒ اکثر کوفہ کی مسجد میں حدیث سناتے تھے اور بیس سال کی عمر سے آپ نے حدیث کا درس شروع کر دیا تھا۔

امام محمد کے فضائل

امام محمد کے فضائل آئمہ فقہ اور مشائخ حدیث سے بکثرت منقول ہیں۔ چند فضائل یہاں درج کیے جاتے ہیں جن سے امام محمد کے علم و تفقہ پر روشنی پڑے گی۔

1- امام شافعی کہتے ہیں کہ میں نے کسی کو ان سے فصیح تر نہیں دیکھا۔ جب وہ قرآن مجید کی تلاوت فرماتے تو میں ایسا محسوس کرتا تھا کہ قرآن انہی کی زبان میں نازل ہوا ہے۔ ایک اور موقعہ پر امام شافعی نے فرمایا کہ میں نے امام محمد بن حسن سے زیادہ کسی کو دانش مند نہیں پایا۔

2- امام محمد سے ایک شخص نے کوئی مسئلہ دریافت کیا۔ امام محمد نے اس کا جواب دیے دیا۔ سائل نے عرض کیا کہ آپ نے اس مسئلہ میں فقہا سے اختلاف کیا ہے۔ اس وقت امام شافعی وہاں موجود تھے سائل کے الفاظ سن کر آپ نے فرمایا کیا تو نے کبھی کسی فقیہہ کو دیکھا ہے میرے خیال میں امام محمد بن حسن سے زیادہ فقیہہ تو نے کوئی نہیں دیکھا۔

3- امام مزنی سے ایک شخص نے اہل عراق (یعنی علماء و فقہاء عراق) کی نسبت دریافت کیا چنانچہ اس نے امام ممدوح سے پوچھا ابو حنیفہ کی نسبت آپ کا کیا خیال ہے۔ امام مزنی نے فرمایا: "ابو حنیفہ علمائے عراق کے

Marfat.com

سردار ہیں'' پھر اس نے پوچھا ابو یوسف کی بابت آپ کیا کہتے ہیں امام مزنی نے فرمایا ابو یوسف حدیث کے تابع ہیں اور کوفہ کے علماء میں سب سے زیادہ حدیث کا خیال رکھتے ہیں۔ پھر اس نے پوچھا ''محمد بن حسن کی نسبت آپ کی کیا رائے ہے۔'' امام مزنی نے فرمایا محمد بن حسن اصول سے فروع نکالنے میں اپنا مثیل نہیں رکھتے پھر اس نے پوچھا زفر (امام ابو حنیفہ کے شاگرد) کی بابت کیا خیال ہے امام مزنی نے فرمایا ''زفر قیاس کے بادشاہ ہیں۔''

4- امام شافعی فرماتے ہیں کہ میں نے جس چہرہ کی طرف دیکھا اس کے چہرے کو کچھ نہ کچھ متغیر پایا لیکن امام محمد کا چہرہ تغیر سے پاک تھا اگر امام محمد غرب زبان سے واقف نہ ہوتے تو ہم بے تکلف کہہ دیتے کہ وہ فرشتہ ہیں۔

5- ایک اور موقعہ پر امام شافعی نے فرمایا امام محمد دین کے فقیہہ ہیں نحو میں کسائی کا مرتبہ رکھتے ہیں اور شعر میں اصمعی کے ہم پایہ ہیں۔

6- امام احمد بن حنبل فرمایا کرتے تھے کہ جس مسئلہ میں تین اشخاص متحد القول ہوں اس کی مخالفت نہیں کی جاسکتی۔ لوگوں نے پوچھا وہ تین شخص کون ہیں۔'' امام احمد بن حنبل نے فرمایا ابو حنیفہ' ابو یوسف احادیث و آثار میں بصیرت تامہ رکھتے ہیں اور محمد بن حسن عربی زبان پر پوری قدرت رکھتے ہیں۔

7- ابو عبداللہ ذہبی میزان لاعتدال میں لکھتے ہیں کہ امام محمد علم وفقہ کے دریا ہیں۔

8- عبداللہ بن علی المدائنی کہتے ہیں کہ میرے والد امام محمد بن حسن کی نسبت فرمایا کرتے تھے کہ وہ نہایت سچے ہیں۔

9- یحییٰ بن معین کہتے ہیں کہ جامع صغیر کو میں نے امام محمد بن حسن اور ابو

Marfat.com

عبید سے لکھا ہے کہ میں نے امام محمد سے زیادہ کتاب اللہ کا علم رکھنے والا کسی کونہیں پایا۔

10- ابراہیم حربی کہتے ہیں میں نے امام حنبل سے پوچھا تم کو دین کے دقیق مسائل میں اس قدر دستگاہ کیونکر حاصل ہوئی۔ امام احمد بن حنبل نے جواب میں فرمایا امام محمد بن حسن کی کتب کے مطالعہ سے۔

تصانیف

امام محمد نے بہت سی کتابیں حدیث وفقہ میں لکھی ہیں جن میں سے جامع صغیر، مؤطا اور کتاب الآثار بہت مشہور ہیں۔

وفات

189ھ میں عباسی خلیفہ ہارون رشید نے رے کا سفر کیا اور امام محمد بن حسن کو اپنے ہمراہ لے گیا۔ اسی سفر میں رے کے اندر امام محمد نے انتقال فرمایا صرف 58 سال کی عمر پائی۔

❖....❖....❖

محدثین

تمت بالخیر

Marfat.com

دارالشعور www.darulshaour.com
عظیم محدثینِ کرام
دارالشعور
محمد رفیق بلند شہری

Marfat.com